

بھگوت گیتا

مترجمہ
محمد اجمل خاں

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

هَبْوَالِكُمُلْ

در خرابات مغاں نور خدا می بینم
دین عجب میں کہ چہ نور سے زکجای بینم

بھگوت گیتا

یا

نغمہ خداوندی

مُتَوَجِّه

محمد احمیل خاں

انجن ترقی اُردو ہند علی گڑھ

جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ

۱۹۳۵ء	پہلا ایڈیشن
۱۹۵۹ء	دوسرا ایڈیشن

قیمت دو روپے پچاس نئے پیسے

مطبوعہ
نسبہ از قومی پریس لکھنؤ

سہری کرشن

(از جناب سید الاحرار مولانا حسرت موہانی)

عرفان عشق نام ہے میرے مقام کا حال ہوں کس کے نغمہ نے کے پیام کا
 متھرا سے اہل دل کو وہ آتی ہے لڑنے انس دنیائے جاں میں شور ہے جس کے دوام کا
 مخلوق اک نگاہِ کرم کی اُمیدوار مستانہ کر رہی ہے بھجن را دھے شام کا
 محبوب کی تلاش ہوئی رہے ہر محب برسانے سے جو قصد کیا منتِ گام کا
 گوگل کی سرزمین بھی عزیز جہاں بنی کلمہ پڑھا جو ان کی محبت کے نام کا
 بزدل کا بن بھی روکشِ جنت بنا کہ تھا پامالِ ناز اُنھیں کی ہمارِ خرام کا

لبریز نور ہے دلِ حسرت زہے نصیب

اک حُسنِ مشکِ فام کے شوقِ تمام کا

” جو لوگ صرف میری پرستش مجھے

لاشریک مان کر کرتے ہیں اُن متوازن

اشخاص کو میں مکمل سلامتی بخشتا ہوں۔“

بھگوت گیتا، مکالمہ ۹، شعر ۲۲

” جملہ مخلوقات میری نظر میں

یکساں ہیں۔ میرے لئے نہ کوئی محبوب

ہے نہ قابلِ نفرت۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

جو انسان میری بھکتی کرتے ہیں وہ

مجھ میں ہیں اور میں اُن میں۔“

بھگوت گیتا، مکالمہ ۹، شعر ۲۹

تقریظ

از قلم حقیقت رقم جناب ڈاکٹر جگداز اس حنا ایم اے، ڈی ایل ایم ایل

اس کتاب کے مولف محمد اجمل خاں صاحب کتاب کو شائع کرنے سے پہلے مح اپنے مکمل مسودہ کے چار میں میرے پاس تشریف لائے۔ انھوں نے اول سے آخر تک تمام مسودہ مجھے سنایا۔ کتاب کے عالمانہ مقدمہ میں اردو داں لوگوں اور خصوصاً غیر ہندو پڑھنے والوں کے مفاد کے لئے ہندو مذہب اور بھگوت گیتا کے فلسفہ پر نہایت مبسوط روشنی ڈالی ہے۔ بھگوت گیتا کے ترجمہ کو بھی میں نے نہایت غور سے شروع سے آخر تک سنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترجمہ نہایت قابلیت، جاں فشانی اور صحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

سب سے زبردست خصوصیت اس کتاب کی مجھے یہ محسوس ہوئی کہ اس میں مترجم نے ہندو فلسفہ کی اصطلاحوں کو صوفی فلسفہ کی اصطلاحوں کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور جگہ جگہ کلام مجید، احادیث اور صوفیائے کرام کے اقوال کے حوالے دے کر یہ دکھلایا ہے کہ بنیادی طور پر تمام مادیان مذاہب، ایتارون، سننوں، پیغمبروں، پیروں، شیووں اور ادلیا، اللہ کی تعظیم اور ان کے اصول ایک ہی ہیں۔ مذہبوں کی توحید و تطبیق کو ظاہر کرنے کا یہ حرز مجھے نہایت عزیز ہے۔ اس لئے اس نظریہ سے میں اس کتاب کا اور بھی زیادہ مسرت اور صدق دلی کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں اگر اس ایک حقیقت کو ہم پوری طرح سمجھ لیں کہ سب مذاہب ایک ہی اللہ

سے ہیں۔ سب کے بنیادی اصول ایک ہیں۔ اور نیرنگی صرف بسیر و
چیزوں مثلاً کرم کا ٹڈ شرع و منہاج میں ہے۔ یہاں تک کہ ہندو شیور
اور گینیوں اور مسلمان اولیاء اور صوفیوں کے روحانی سچائیوں کو بالکل
ہم معنی الفاظ میں ظاہر کیا ہے تو ہماری آپس کی غلط فہمیاں اور تنازعے
نہایت آسانی سے دور ہو جائیں۔

میری دلی خواہش ہے کہ ہر اردو داں ہندو اور ہر بڑھا لکھا مسلمان اگر
کتاب کو غور سے پڑھے، تاکہ مؤلف کی قابل تحسین کوشش اس ملک کے
ہندو اور مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں کو ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک
لانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہی مؤلف کی محنت کا سب سے زبردست صلہ
ہوگا۔

بھگوان داس
چنار ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء

تبصرہ

(از ڈاکٹر تارا چند، ایم اے ڈی فل)

بھگوت گیتا، انجیل مقدس اور قرآن شریف مذہب کی تاریخ میں جو اہمیت رکھتے ہیں وہ بیان کی محتاج نہیں۔ ان میں سے ہر کتاب اپنے حلقہ میں یکتا اور فرد ہے۔ لیکن قبول میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے کہ بڑھنے والے کے قلب اور دماغ پر ایسا گہرا اثر پیدا کرتی ہیں جو آسانی سے مرٹ نہیں سکتا، ان کی تعلیم اور ان کے اسلوب بیان میں ایسی شان اور ایسا تحکم ہے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ تینوں کتابوں میں ظاہر بہت بڑا اختلاف ہے۔ ہر ایک کی تشکیل جدا سے، فضا جدا ہے، ذہن پر اثر ڈالنے کا طریقہ جدا ہے۔ قرآن شریف کا دلالہ خیر، پرجوش اور آتشیں کلام دل میں حرکت اور خون میں گرمی بڑھاتا ہے۔ بھولے ہوئے مجھول اور سرکش انسان کو بیدار کرتا ہے اور اسے فرض آدلیں سے آگاہ کرتا ہے۔ انجیل مقدس کی عہد عتیق کی داستانیں اور روایتیں جو آشنا اور نزدیک معلوم ہوتی ہیں عہد جدید کی دل میں گھر کرنے والی سیدھی سادی باتیں اور ایک درد اور محبت سے بھرے دل کی تین سال کی مختصر سوانح زندگی میں ہیجان اور حیرت میں ڈال دیتی ہیں اور زور سے نبی نوع انسان کی محبت اور خدا کی خدمت کی جانب مائل کرتی ہیں۔

بھگوت گیتا کے مکالمے عقل اور نفس کی دائمی کشمکش کا مینہ ہیں۔

لیکن عقل ایسی ہے جو یقین کے مستحکم اور اُطل مقام پر پہنچ چکی ہے، اور جس کی مجبور کرنے والی منطق میں سکون اور نرمی ہے۔ اس کا تصور جلال شاندار اور پر شکوہ ہے۔ اس کا تخیل جمال دل کش اور دل رُبا ہے۔ کبھی عقل وہ دوست حبیب و لیب ہے جو دل میں راہ کر لیتا ہے کبھی وہ پیر مرشد ہے جس کی نگاہ بحر عرفان کی تمام گہرائیوں میں غوطہ لگا چکی ہے کبھی وہ رہبر کامل ہے جو دنیا اور مافیہا کی ہر منزل سے واقف ہے۔ غرض بھگوت گیتا ایک نغمہ ہے جس کی علم و عمل اور عشق کے سروں سے تشکیل ہوئی ہے۔ اس نغمہ کی صدا ہزاروں برس سے سرزمین ہندوستان میں گونج رہی ہے اور ہندوستانیوں کے دلوں کو تسخیر کرتی رہی ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کی تلقین بھی وہ روح پرور نغمہ ہے جس کی دھن اسلامی فلسفہ اور تصوف میں سنائی دیتی ہے۔ جہاں جہاں اسلام کا ظہور ہوا ہے اس نغمہ کے لاپنے والوں نے اپنے خوش آئند راگوں سے فضا کو بھر دیا ہے۔ ہندوستانی اور اسلامی تہذیب کے ساز جدا ہیں۔ مگر جاننے پہچاننے والوں کے کان بتاتے ہیں کہ دونوں سے نغمہ ایک ہی نکلتا ہے۔ مولوی محمد اجل خاں کی کتاب کی اصل خوبی یہی ہے کہ انھوں نے ان سازوں سے نکلے ہوئے ترانوں کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے کہ:-

دلیہیر تم کہ دشمنی کفر و دیں چراست

از یک چراغِ مکیہ و تجانہ روشن است

کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ایک بیسٹ مقدمہ ہے جس میں ہندوستان کے پرانے زمانہ کی مختصر تاریخ ہے اور ہندوؤں کے مذہبی سکول پر بحث ہے۔ سری نویشن جی کی زندگی پر نظر ڈالی ہے اور اُن کے متعلق چند

مسلمان صوفیوں اور اہل قلم کی رائے دی ہے۔ اس کے بعد بھگوت گیتا کی تعلیم پر فلسفیانہ بحث ہے۔ راقم کتاب کے خیال کے بموجب بھگوت گیتا ایک پیغامِ عمل ہے۔ وہ سکھاتی ہے کہ انسان کو نتائج کی پرواہ نہ کر کے فرائض کو انجام دینا چاہیئے۔ عمل میں خودی کا دخل غیر واجب ہے۔ اعمال اور فرائض میں جنگ کرنا شامل ہے۔ ضرورت آنے پر دھرم کی خاطر فتح و شکست کی پرواہ نہ کر کے ایثار اور بے نفسی کے ساتھ میدانِ کارزار میں حصہ لینا جائز و لازم ہے۔

دوسرے حصہ میں ترجمہ ہے، ترجمہ شریں ہے۔ زبانِ عارف اور سادہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اکثر مقامات پر مولانا مہدم، حافظ شہبازی عطار وغیرہ مشہور شعراء اور بزرگوں کے کلام کا اقتباس ہے۔ کہیں کہیں قرآن شریف کی آیتوں سے فقرے دے دئے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ بھگوت گیتا کی تعلیم اور اسلامی تعلیم کی ہم آہنگی واضح ہو جائے۔

ترجمہ کے بارے میں زیادہ لکھنا اس لئے بیکار ہے کہ ڈاکٹر بھگوان داس نے اپنی تقریظ میں صحت کی داد دی ہے۔ کہیں کہیں ترجمہ میں نظر ثانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر دوسرے مکالمہ کا تیرھواں خلوک لیجئے۔ صحیح معنیوں ہوں گے۔ ”جسم میں بسنے والے کے لئے جس طرح اس جسم (موجہ) میں بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہے۔ اسی طرح دوسرے جسم کا حصول۔ اس امر سے مستقل مزاج انسان ہر اس میں نہیں ہوتے۔“ اس مکالمے کے آخریوں خلوک میں بجائے ”یہ مذہب عقل مستقل فطرت رکھتا ہے“ ہونا چاہیئے ”جس عقل میں استقلال ہے اُس میں یکسوئی ہے۔“

تیسرے مکالمہ میں ادھیاتم (अध्यात्म) کا ترجمہ نفس اعظم ہوا ہے اصل میں اس کا مطلب ذات برحق سے ہے۔

اس قسم کی فروگزاشتوں کی جانب محض اس غرض سے توجہ دلائی ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں دور ہو جائیں۔ لیکن یہ ایسی نہیں ہیں کہ کتاب کی قدر و قیمت پر کوئی خاص اثر ڈالتی ہوں۔ کتاب واقعی بڑی کد کاوش کے ساتھ لکھی گئی ہے اور فاضل مترجم نے اس میں ایک خاص ذمیت پیدا کر دی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس روادادہ ہی اور صلح کل کے جذبہ کے تابع یہ کتاب تحریر ہوئی اس کی ہمارے ملک کو سخت ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ قوم کی بھڑکی ہوئی فضا کو سدھارنے میں یہ کامیاب ثابت ہوگی۔

(اندر سالہ ہندوستانی جنوری ۱۹۳۶ء)

هُوَ الْكُلُّ التماس مترجم

— ❦ —

دُنیا کے ادبی شاہکاروں کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بھگوت گیتا کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ گو ترجمہ میں زبان کا حقیقی لطف باقی نہیں رہتا۔ لیکن ان کے لئے جو سوائے ترجمہ کے اصل کتاب کا سنسکرت میں مطالعہ نہیں کر سکتے، ترجمہ کے علاوہ چارہ نہیں۔ میری عرصہ دراز سے یہ تمنا تھی کہ بھگوت گیتا کا نہ صرف اردو ترجمہ پیش کروں۔ بلکہ اس اسلوب سے پیش کروں کہ وہ اصحاب جو ہندی مذہب اور فلسفہ سے ناواقف ہیں وہ بھی اس ترجمہ کو سمجھ لیں اور لطف حاصل کریں، بعد اشدہ آرزو آج پوری ہو گئی اور میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ترجمہ اور مقدمہ جس صورت میں آپ کے سامنے ہے اُس میں آپ کو شاید ہی کوئی خامی نظر آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو مکمل کتاب پر جناب پنڈت سُندر لال صاحب نے نظر ثانی فرمائی۔ اس کے بعد جناب پنڈت صاحب موصون کے ہمراہ جناب ڈاکٹر بھگوان داس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انھوں نے کمال شفقت و محبت سے ترجمہ کا لفظاً لفظاً اصل سنسکرت سے مقابلہ فرمایا۔ اور اکثر مقامات پر اپنے بے ہاشور دل سے مستفیض فرمایا۔ اور مقدمہ میں جو نظریات قائم کئے گئے ہیں اُن کو پسند فرمایا۔

ہر ملک کے محققین نے نہ صرف اس پیش ہا کتاب کا ترجمہ کیلئے بلکہ شرحیں بھی لکھی ہیں۔ اُن میں جینی بھی ہیں، بدھ بھی۔ ہندو بھی ہیں اور

کی بنیاد پر آپس میں کبھی کوئی فساد نہیں ہوا۔ یعنی شد و شان میں ایک سے تمدن کی بنیاد مستقل طور پر قائم ہو گئی تھی۔ اور صوفیان کرام کی وسیع مشرقی نے نہ صرف لوگوں کی عصیت کو دور کر دیا۔ بلکہ ایسے بزرگ بھی پیدا کر دئے جنہیں ہندو اور مسلمان دونوں محبت و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کا احترام کرتے رہیں گے۔ کبیر، نابھ، تلسی، داس، راجہ اور نظیر اکبر آبادی کے کلام حوام کی زبانوں ہی پر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دلوں سے ان کی حقیقت شناسی کی داد دیتے ہیں۔

گیتا کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا۔ یہ ترجمہ فیضی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ ترجمہ فیضی کا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس ناظم سراج بانی تھے جو کبرائے ضلع مظفرنگر سے پانی پت آ گئے تھے ترجمہ نظم میں ہے اور بہت زیادہ آزاد ہے۔ یعنی ہر شعر کا ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ پورے باب کے مفہوم کو شمسہ فارسی میں نظم کیا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ خود شاعر کی تصنیف ہے۔ لیکن اس میں یہ بات یہ یاد رہنی چاہیے کہ کہیں کہیں اصل مضامین ادا نہیں ہو سکے۔ یہ ترجمہ چھپ گیا ہے اور اسٹینڈرڈ رپریس الہ آباد سے مل سکتا ہے۔ اس کے بعد موجودہ زمانہ میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے اور یورپ کی مختلف زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے۔ اس ترجمے سے میری غرض صرف اتنی ہے کہ جو اردو والے حضرات (بالخصوص مسلمان) دوسری اقوام کے علمی جواہرات کی قدر کرنا جانتے ہیں وہ ضرور بھگوت گیتا کے مطالعہ کے لئے بے قرار ہوں گے۔ اور انہیں اس ترجمہ کے ذریعہ سے وہ چیز مل جائے گی جس نے صدیوں سے لاکھوں بندگانِ خدا کو سکونِ قلب اور اطمینانِ کامل

بختا ہے۔ خوش قسمتی سے ترجمہ کرنے کے بعد میرے کرم فرما پنڈت سندرا لال صاحب نے نہ صرف میرے ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی بلکہ مجھے یہ مشورہ بھی دیا کہ ہندوستان کے سب سے بڑے اہل زبان سنسکرت اور عارف مذہب و فلسفہ ہندو یعنی جناب ڈاکٹر بھگوان داس بھی اس ترجمہ اور مقدمہ کو دیکھ لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب نے نہایت فراخ دل سے اپنا قیمتی وقت اس کتاب پر نظر ثانی فرمانے کے لئے صرف فرمایا اور میری غلطیوں ہی کی اصلاح پر اکتفا نہیں کی بلکہ مقدمہ گیتا میں جو رائے میں نے ظاہر کی ہیں ان سب سے اتفاق فرمایا۔ میں ان حضرات کا تیرہ دل سے شکر یہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اور یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ گو پنڈت سندرا لال صاحب کو میرے نظریہ ”ہنسنا“ سے اتفاق نہیں ہے۔ لیکن غالباً وہ اس امر کو تسلیم فرمائیں گے کہ بھگوت گیتا کی تعلیم ”محبت آیز تشدد“ کی تعلیم ہے۔ اور یہ کتاب شاید اس لئے تصنیف کی گئی تھی کہ قدیم ہندوؤں میں فلسفہ بے عملی جاگزیں ہو گیا تھا اور ملک کی عملی زندگی کی طرف لانے کے لئے ”گیتا“ کی سخت ضرورت تھی۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اگر میری اس ناچیز کوشش نے مختلف اقوام کو ایک دوسرے کے مذہبی اصولوں کے سمجھنے اور رواداری و حسن معاشرت پھیلانے میں کچھ بھی مدد دی تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنی حقیر خدمت کا معاوضہ مل گیا۔

مقدمہ "بھگوت گیتا"



فقیر بے اندوہ دار اشکوہ ازیں گنج معرفت (یعنی اپنشد) برودرا
از ہستی پرہوم خلاص گشت بہ ہستی حق رسید۔ رستگار بجاوید گردید۔
(شہزادہ داراشکوہ)

یہ اپنشدوں سے زیادہ مفید اور روح پرور مطالعہ تمام دُنیا میں
نہیں مل سکتا، یہی میرا مقصد حیات ہے اور یہی تسکینِ مہمات ہے۔

(شو پنہار)

یہ ناممکن ہے کہ۔ ویوانت اور اُس کی مختلف تفسیروں کا مطالعہ کیسا
جائے اور یہ نہ باور کیا جائے کہ نیشا طورت اور افلاطون نے اپنے
رفیع نظریات اُسی سرچشمہ سے حاصل کئے ہیں جہاں سے ان مصوفین
نے جرحہ کشی کی ہے۔ (سرولیم جونز)

جب ہم مشرق کے فلسفیانہ اور شاعرانہ شاہکاروں کو دیکھتے ہیں۔
خصوصاً ان ہندوستانی شاہکاروں کو جو اب یورپ میں رولج پارہے
ہیں۔ تو ہم اُن میں صداقتوں کا خزانہ پاتے ہیں۔ ایسا شاندار خزانہ
جن کا مقابلہ اگر اُن پست نتائج سے کیا جائے۔ جن پر مغربی دماغوں
کو ناز ہے تو ہمیں مجبوراً مشرقی فلسفہ کے سامنے زانوئے تہنہ کرنا پڑتا ہے
اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نسلِ انسان کا یہ گہوارہ بلند ترین فلسفہ

کا وطن ہے ۛ
 مغرب کا بلند ترین فلسفہ۔ اور عقلی تخیل جس کی ترویج یونانی حکماء نے کی ہے مشرقی فلسفہ کی روشنی اور باجبروت آفتاب نصف النہار کی عظمت کے سامنے ایسی حیثیت رکھتا ہے جیسے جھللاتا ہوا چراغ جو ہر لحظہ کل ہونے کے لئے تیار ہو۔ ہندو فلسفہ انسان کی یزدانی تخلیق کو سلسلہ پیش نظر رکھتا ہے تاکہ انسان وصال الہی کو اپنے اعمال و افعال کا مقصد اولین بنائے ۛ (فریڈرک شلیکل)
 ۛ ہندوؤں میں علم و ادب اس درجہ پر تھا کہ آج بھی اُن کی تصانیف یادگار زمانہ ہیں۔ اور فلسفہ میں تو اُن کا شل ہی نہیں بلکہ اس وقت دو ہزار سال بعد۔ جرمنی کا ایک مشہور طریقہ جس کا بانی شوپنہار ہے۔ ہندوؤں کی اپنشد اور ویدانت سے ماخوذ ہے ۛ (سید علی بلگرامی)
 ۛ یہ کہنا مشکل ہے کہ فلسفہ مذہب کھاتا ہے یا مذہب فلسفہ، لیکن ہندوؤں میں یہ دونوں ناقابل تفریق ہیں۔ اور ہم بھی دونوں کو کبھی علیحدہ نہ کرتے۔ اگر انسان کا خون۔ خدا اور صداقت کے خون پر غالب نہ آتا ۛ (میکس ملر)

ہما بھارت

اتہید

مورخ کے نقطہ نگاہ سے تاریخ واقعات کا تذکرہ ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک مجموعہ ہے چند نتائج و قیاسات کا جو واقعات کی اصلی صورت پیش کرنے کی بجائے مصنف کی نفسیاتی کیفیات پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے بخلاف اس کے افسانہ وہ افسانہ جسے عوام کی نظریں واقعیت سے کچھ واسطہ نہیں ایک نگاہ حقیقت میں کے سامنے حقیقی تاریخ کا مرقع ہے۔ افسانہ انسان کے جذبات و محسوسات کی تاریخ کو کہتے ہیں۔ افسانہ نام ہے انسان کے کسی شعبہ زندگی کے صحیح نفسیاتی نقشہ کا جس کو حقیقت سے اتنا ہی قرب ہوتا ہے۔ جتنا تاریخ کو عدم حقیقت سے تاریخیں کھینچیں اور کھینچ جائیں گی۔ لیکن حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے تاریخچی انسان آپ کے سامنے آئیں گے لیکن انسانیت سے خالی اور مورخ کی ذاتی غرض کے شکار۔ جسے خشک اور کڑخت منطقی بیڑیوں کے ایک عریاں کالبد میں پیش کرے گی۔ لیکن افسانہ نگار فرضی واقعات کی ایسی تصویر کھینچتا ہے جو مجاز افسانہ کو حقیقت تاریخ کا حریف ہی نہیں بلکہ عواطف و امیال انسانی کا ایک زنجین مرقع بنا دیتا ہے۔

یہ ہے ہمارا نظریہ تاریخ۔ اور اسی بنا پر ہم اُس تعمیرِ رزم یعنی ہما بھارت کی تعریف کرتے ہیں۔ جو مورخوں کی کوتاہی میں نظریں خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ لیکن انسانی نقطہ نگاہ سے وہ قلعہ ہے مستحکم۔ اور وہ سرمایہ ہے اُن واقعات کا

جو ہمیشہ آدمی کو "انسان" بنانے میں معین و یار ہوں گے۔ غرضکہ ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں کہ زرتشتؑ ہما بھارت تاریخ ہے۔ یا افسانوں کا مجموعہ۔ ہم تو اس کتاب کی اُس تقریر آتشیں کی معنی خوبیوں کو جاننا چاہتے ہیں۔ جسے صرف عام میں بھگوت گیتا۔ یا لغتہ خداوندی کہتے ہیں۔ اور جو ہزاروں سال سے کروڑوں بندگانِ خدا کو درسِ عمل بھی دے رہی ہے اور پیغامِ حیات بھی۔ جو صوفی کے لئے گنجینہٴ عرفان ہے۔ اور فلسفی کے لئے حکمت کا خزانہ۔ جو مورخ کے لئے تاریخ ہے اور ادیب کے لئے افسانہ۔

۲۔ تاریخ قدیم

تاریخ کی دھندلی روشنی میں آریہ قوم کا ہندوستان میں پھیلنا صاف نظر نہیں آتا۔ قیاسات کی بنیاد پر ویدوں کا زمانہ حضرت مسیح سے بہت زیادہ پہلے کا لگنا جاتا ہے۔ لیکن گوہندوؤں نے اپنی کوئی تاریخ عدون نہیں کی تاہم ان کا مذہب فلسفہ۔ اور خود اُن کی زبان ایک تاریخ ہے۔ جس میں ہمیں تقریباً ہر وہ چیز مل جاتی ہے جو انسانی زاویہ نگاہ سے ضروری، دلچسپ اور مفید ہے۔ رگ وید کے کچھ بطور خود ایک تاریخ ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ نسل کی زبان کا ماخذ ایک ہی تھا اور جو اقوام وسط ایشیا سے یورپ اور ایشیا میں پھیلیں۔ اُن کی زبان رسم و رواج اور طرزِ عبادت ایک ہی تھی۔ مثلاً ہندوستان میں داخلہ کے وقت آریہ قوم سورج کی عبادت کرتی تھی۔ اسے سنسکرت میں سوریا اور فارسی میں خورشید کہتے ہیں خورشید کی جھوٹی بہن بھی سرد ملکوں میں دیویِ جنم کی مستی تھی اور اسی بنا پر ایران میں آتش اور ہندوستان میں آگنی (لاطینی انکس ignis) کی پوجا ہوتی تھی۔ محققین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رگ وید میں جو سب سے بڑا دیوتا

کرن ہے اُسے "ادستا" میں آشا و خاد (اہرزد) کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور دونوں کے معنی ہیں "منع قانون الہی"۔

قدیم آریوں کو ہمیشہ جنگ و جدل سے سابقہ رہتا تھا۔ اس لئے آندھ جو جنگ کا دیوتا تھا سب سے بڑا خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے میداؤں کو گرمی کی سخت تپن کے بعد بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور اندر دیوتا ہی بارش کا بھی دیوتا تھا۔ اسی لئے ہندوستان کے گرم ملک میں اگنی اور سورہ (فارسی خور۔ خورشید۔ اور عربی حار اور حرارت اسے سنسکرت میں دشتو اور پشن بھی کہتے ہیں) کو دوسرا اور تیسرا درجہ دیا گیا۔ پھر رورا (رعد) وایو (ہوا) کوئی (یعنی آسمان۔ لاطینی زئیس Z = s) اور پرتھوی (زمین) امدت (طوفان) آشا (صبح صادق) بھی دیوتا مانے گئے۔ ویدوں میں جملہ تینتیس دیوتاؤں کا ذکر ہے جن میں سے گیارہ آسمان پر، گیارہ زمین پر اور گیارہ کُہ ہوا میں باحمت و جلال رہتے ہیں۔

۳۔ ویدوں کا خدا

آریہ اپنے دیوتاؤں کی والہانہ پرستش کرتے تھے اور مختلف مظاہر قدرت کو خدا کی مختلف صفات سمجھتے تھے۔ لیکن ان کے سادہ اور پاکیزہ مکتوب میں کائنات کی مختلف قوتوں کی اتنی عظمت و شان سمائی ہوئی تھی کہ ان میں سے جب کسی ایک کی تعریف و پرستش کرتے تھے۔ تو اُسی میں محو ہو جاتے تھے۔ اور غیر کو فراموش کر دیتے تھے۔ بلکہ اُسی کو سب دیوتاؤں سے بزرگ و برتر مان کر پرستش کرتے تھے ایسے بہت سے منتر ویدوں میں ہیں۔ جن میں ہر ایک دیوتا کو واحد مطلق کی طرح بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً اندر کے متعلق ایک اشوک میں کہا گیا ہے۔ کہ

اسے اندر تیرے مرتبہ کو نہ انسان پہنچ سکتے ہیں نہ دیوتا۔ دوسرے بھجن میں سوچو کہ آسمان و زمین کا بادشاہ اور سب پر غالب بتایا گیا ہے۔ اسی طرح دُرُن کو کل آسمان اور زمین کا مالک اور سب انسانوں اور دیوتاؤں کا بادشاہ کہا گیا ہے۔ اس سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ایک خدا کی مختلف صفات کی پرستش بھی کرتے تھے۔ اور ایک خدا کا تصور اُن کے ذہن میں موجود تھا۔

۴۔ پرانوں کا زمانہ

زمانہ مابعد پرانوں کا زمانہ کہلاتا ہے پرانوں کی تعداد اٹھارہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ مابھارت کے زمانہ سے سولہویں صدی سچی تک ان کی تالیف جاری رہی۔ اس زمانہ میں مختلف مظاہر قدرت کی عظمت اُن کے دلوں میں تھی مظاہر قدرت کی اس عظمت اور خفوت کو (جو انسانی مذہب کے ارتقا کا ہر ملک و قوم میں پیدا درجہ ہے) بعض لوگوں نے پرستش کا درجہ دے دیا تھا اس طرح رفتہ رفتہ فلسفیانہ عقائد کی ترقی ہوئی۔ اور خدا اولہ کائنات کو ایک ہی شے مانا گیا۔

مختلف صفات الہی کو ایک مختلف نام کا دیوتا تصور کیا گیا ہے۔ اور اُن کا علمندہ علیحدہ نام بھی ہے۔ مثلاً اندر (خدا اے فضا دیوتا) دُرُن (آسمان بھر) یون (ہوا) اگنی (آتش) یم (خدا اے برزخ و قاضی مردگان) کیر (خدا اے دولت) کارکیہ (خدا اے جنگ) کام (خدا اے محبت) سورہ (خورشید) سوم (چاند) گیش (خدا اے شکل کشا) اور ان ہی کے ساتھ بہت سے دریا۔ پہاڑ۔ درخت اور جانور بھی عوام کے نزدیک قابل پرستش و تعظیم ہیں۔

۵۔ برہمنوں کا علم الہی

برہمنوں کی مخصوص اور موروثی ذات پہلے نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک آریہ خود ہی کسان اور سپاہی کا کام کرتا تھا اور خود ہی پجاری بھی تھا۔ حتیٰ کہ گیتا میں بھی موروثی ذاتوں کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن بڑی بڑی قربانیوں کے موقع پر وہ لوگ منتخب کئے جاتے تھے جنہیں دید کے زیادہ بھجن یاد ہوتے تھے اور جو علوم مذہبی اور رسوم قدیمہ سے زیادہ واقف ہوتے تھے۔ اس طرح جو لوگ محض علمی زندگی بسر کرتے تھے اور دنیوی شان و شوکت کو چھوڑ کر صرف ہدایت قوم کو اپنا مسلک بناتے تھے۔ اور نفس کشی اور تہذیب اخلاق کرتے تھے وہی برہمن کہلاتے تھے وہ نہ صرف اپنی قوم کے پجاری اور فلسفی تھے بلکہ ادیب و شاعر بھی تھے

جب انھوں نے دید کا گہرا مطالعہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ سورج۔ چاند زمین، آسمان سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ اس تصور نے تین صورتوں میں ظہور پکڑا یعنی برہما (خالق)، وشنو (محافظ) اور شیونا کنندہ (کائنات ہے اور ان کی بیویاں سرسوتی، لکشمی اور پاربتی بھی قابل پرستش ہیں۔

۶۔ وشنو کے مختلف اوتار

وشنو کو ایک نیلگوں رنگ کے وجیہ اور سنجیدہ انسان کی طرح ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے دس اوتار بتائے جاتے ہیں۔ جو مختلف زمانوں میں ظالموں کو تاراج کرنے۔ اور مخلوقات کو مصیبت سے نجات دینے کے لئے دُنیا میں

آئے تھے۔ انھوں نے کبھی پھلی کی شکل اختیار کی اور دیدوں کو طوفانِ فوج سے بچایا۔ کبھی برہمن کی شکل میں آکر ایسے راجہ کو زیر کیا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ کبھی پرہرام کی شکل میں چھتریوں کا قلع قمع کیا۔ اور کبھی دنیا کو دیووں سے پاک کیا۔

مندرجہ بالا اوتاروں سے زیادہ اہم قالب وہ تھا۔ جب رام کی شکل میں دشمنوں نے اوتار لیا۔ اور دنیا کو ایسے عہد، خراب برداری والہین۔ اطاعت شوہر۔ اور برادرانہ محبت کا سبق دے کہ ظالم و فاسق راؤن کو زیر کیا۔ اس واقعہ کو والیکی نے اپنی سحر بیانی سے زندہ جاوید کر دیا ہے حتیٰ کہ رامائن کو مذہبی کتاب کا درجہ مل گیا ہے۔ لیکن واقعات شاہ ہیں۔ کہ شاعر نے رزم نامہ رامائن کو اُس وقت مرتب کیا ہے۔ جبکہ اودھ کے کوسل اور شمالی بہار کے ودبہ قومی حیثیت سے مٹ چکے تھے۔ اور صرف اُس زریں زمانہ کی روایات اور افسانے زبان زدِ خلایق ہو کر رہ گئے تھے۔ اور امتدادِ زمانہ نے اُس زمانہ کی سبکی پاکیزہ اور پر عظمت روایات کو اور زیادہ خوش نما بنا دیا تھا۔

۷۔ سری کرشن جی

لیکن رام سے بھی زیادہ مشہور اور مقبول اوتار کرشن جی کا ہے۔ ستھرا کے شاہی خاندان میں پیدا ہو کر ظالم راجہ کنس کے خوف سے ایک گوالے کے یہاں پرورش پائی۔ اور جوان ہو کر ظالم کنس کو کھیر کر دار کو پہنچایا۔ یہ واقعہ فوراً ذہن کو حضرت یسویٰ کی پرورش اور فرعون کے سے گمراہ کی غرقابی کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اولیٰ الباب کے لئے عبرت اور متلاشاہ

حق کے لئے برہان قاطع ہے یہ امر کہ نیچے ہادی، مرسل یا اوتاروں کا ہمیشہ سے
یہی کام رہا ہے کہ ظالموں کو راہِ راست دکھائیں ورنہ ان کو مٹا کر مغلوب
اور بہت قوموں کو صرف اُس ذات کی غلامی سکھائیں کہ جس کا غلام حقیقی
مسنوں میں آزاد ہے۔ اور جس کی گردن دہرِ غیر پر سر جھکانے کی بجائے، سر
ہی دے دینا آسان سمجھتی ہے۔

کرشن کنھیا کے بچپن کے تعلق نے نوازی۔ گویوں سے شوخیاں اور
اسی قسم کی مختلف روایات عجیبہ زبانِ زوِ خلائق ہیں۔ جو ہادی النظر میں اخلاقی
سے دور اور ایک اوتار کے شایانِ شان نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اُن کی آزاد
روش پر نہکتہ چینی سے پہلے یہ غور کر لینا ضروری ہے کہ جس زمانہ کا یہ حال ہے وہ
تارِ کئی زمانہ سے پہلے کا زمانہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کرشن جی کی طفلانہ شوخیوں
کا زمانہ وہ تھا۔ جب وہ سنِ بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ اور گوالوں کے بچوں کے ساتھ
فطری آزادی سے پورے طور پر بہرہ اندوز تھے۔ نہ اُن کو بچوں کو متہم کرنا قرین
قیاس ہے۔ اور نہ ایسی ہستی کو جو مہرِ ذاتِ باری سمجھی جاتی ہو انسانی اولاد کیوں
سے ملوث کرنا قرین عقل ہے۔ بقرضِ محال اگر ایسا ہوتا بھی تو کیا ہندو واقعہ
نگار ایسے واقعات کو آسانی سے حذف نہ کر سکتے تھے۔ لیکن نقادانِ یورپ
کی کج فہمی کو کیا کیجئے۔ جو ہندوؤں کے ایک بیان کو صحیح سمجھ کر اگلے ذی
کرتے ہیں۔ اور دوسرے بیان کو جو قطعاً فطری اور قرین قیاس ہے باور
نہیں کرتے۔

کرشن جی کی ولادت کا قصہ حیرت انگیز ہے۔ وہ مٹھرا کے ظالم راجہ
کنس کے بھانجے تھے۔ کنس کی بہن دیو کی تھی جس کے توہر کا نام واسودہ
تھا، جو تیشوں نے بتایا تھا کہ ان کی آنکھیں اولاد اُسے قتل کرے گی۔ پہلے تو

کنس نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قتل کر ڈالنا چاہا، لیکن جب اُن دونوں نے یقین دلایا کہ ہم اپنی اولاد کو تیرے حوالے کر دیا کریں گے تو وہ اُس کے محل میں قید کر دیے گئے اور متواتر سات لڑکے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیے گئے۔ جب آٹھویں بچے کی ولادت ہوئی تو واسودیو نے بچے کو لے کر جہنا کو عبور کیا۔ جہنا کا بانی پایاب ہو گیا اور صرت کرشن جی کے پاؤں جھوکر ہٹ گیا واسودیو جہنا پار کے ایک گاؤں گوگل میں اپنے دوست تند کے یہاں پہنچے۔ تند کی بیوی کے اُسی رات ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اُس نے خوشی کرشن جی کو لے لیا اور لڑکی واسودیو کو دے دی۔ جسے دیو کی نے صبح کو راجہ کنس کے سامنے پیش کر دیا اور وہ قتل کر دی گئی۔ اب راجہ کنس مطمئن تھا کہ اس کا تخت محفوظ ہے۔

گوگل میں کرشن جی گوالوں کے بچوں میں پرورش پاتے رہے۔ اور اپنی نے فوڈی سے بڑا سپیر حتیٰ کہ جانوروں کے دلوں کو بھاتے رہے۔ وہ بچپن ہی سے صاحب معرفت و حکمت تھے اور لوگوں کو خدا پرستی اور عمل خیر کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ یہ اُس زمانہ میں بال گوپال کے نام سے مشہور تھے۔

۸۔ پشٹی مارگ یا طریق عیش و مسرت

جس طرح یونان میں حصول عیش و مسرت کو میاں اخلاق قرار دیا گیا تھا اُسی کے قریب قریب ہندوستان کے گوسایوں کا بھی طریقہ ہے اس کے باقی ولیدہ اچاری (ولادت ۱۷۷۷ء) تھے۔ یہ تین لکے برہمن تھے اور انھوں نے بال گوپال کی پرستش کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ فاقہ اور ترک لذات و رہبانیت سے نجات حاصل نہیں ہوتی بلکہ خدا کی دی ہوئی جملہ نعمتوں

کو پورے طور پر استعمال کرنا چاہیے اچھے سے اچھا کھانا اور کپڑا استعمال کرنا چاہیے۔ شادی بیاہ کے خاندان کو ترقی دینا چاہیے۔ اور جس طرح بال گوپال اپنے بچپن میں خوش و خرم رہتے تھے اور خدا کی نعمتوں سے حظ اٹھاتے تھے۔ اُسی طرح انسان کو زندگی بسر کرنا چاہیے۔ یاد رکھئے کہ اسی سم کا تصور چین میں بھی موجود ہے اور لاؤ تنزے کا مذہب کہلاتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو بچوں کی طرح خوش و خرم رہنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ بچوں کے دلوں میں حسد، کینہ اور کوئی خیر فطری خواہش نہیں ہوتی۔

غرفکہ راجہ کنس کو جب یہ معلوم ہوا کہ کرشن جی اُس کے بھانجے ہیں۔ تو انھیں دھوکے سے بلوایا اور متھرا میں آرام سے رہنے کی دعوت دی۔ کرشن جی متھرا آ گئے۔ ایک دن ایک اکھاڑے میں پہلوانوں نے زور آزمائی کرنا شروع کی اور ایک بڑے پہلوان نے کرشن جی کو لاکرا کہ اگر زور آزمائی کرنا ہے تو آ جاؤ۔ کرشن جی اپنے ماموں کی چال کو سمجھ گئے۔ انھوں نے نہ صرف اُس پہلوان کو قتل کر دیا۔ بلکہ اپنے ماموں کو بھی کیفرِ کردار کو پہنچا دیا لوگوں نے ظالم راجہ سے نجات پا کر کرشن جی کو راجہ تسلیم کر لیا لیکن کرشن جی نے متھرا کی سلطنت کنس کے باپ کے حوالہ کر دی اور فرمایا کہ ہم نے کنس کو تخت کی لالچ کے لئے نہیں قتل کیا۔ یہ تخت تمھیں دیا جاتا ہے۔ دیکھو راج پاٹ کی بنیاد عدل پر ہے، ظلم پر نہیں ہے یہ سمجھ کر حکومت کرو۔

کرشن جی نے اپنے بھائی کو ساتھ لے کر طلب علم کے لئے سفر اختیار کیا اور علوم دین اور فنونِ جنگ کے ماہر ہو گئے۔ لیکن انھوں نے سنا کہ واسودیو سے بدولہ لینے کے لئے متھرا پر ایک زبردست راجہ نے حملہ کیا ہے۔ تو وہ واپس آئے اور اُسے سترہ مرتبہ شکست دی اٹھارہ مرتبہ تاب مقاومت

نہ پا کر انھوں نے پورے شہر کے باشندوں کو ساتھ لے کر دوار کا کاڑخ کیا اور وہاں نہایت عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔

دوار کا یعنی دروازوں کا شہر، بڑودہ، گجرات، سوراشٹر میں ایک بندرگاہ ہے۔ یہاں کرشن جی کا مشہور مندر ہے۔ روایت ہے کہ یہاں کے باشندوں میں شراب خوردی حد سے بڑھ گئی تھی۔ آخر وہ آپس میں لڑ پڑے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ اتنے میں سمندر چڑھ آیا اور اکثر باشندے ہلاک ہو گئے۔ لیکن کرشن جی مع اپنے بھائی اور بھائیوں کے بچ نکلے۔ ڈاکٹر ادھا کرشن کہتے ہیں کہ وہ پانوں میں جو کرشن کی زندگی بین کی گئی ہے۔ اسے ہم تسلیم نہیں کر سکتے کرشن کے بچپن کی کہانی وغیرہ سے سراسر احتساب ثابت ہوتا ہے کرشن جی غیر آریہ تھے۔ اگر آج کرشن جی ہندوستان کے نہایت ہی پسندیدہ دیوتا مانے جاتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بھگوت گیتا کے مصنف نے اُن کے منہ سے بلند ترین مذہب و فلسفہ کو بیان کیا ہے۔ جب کرشن جی دیوتا ہو گئے، تو اُن مختلف نام مثلاً کیشو بخار دن وغیرہ کو داسودیو کی طرف منتقل کر دیا گیا اور دیو کی کے مرند ہونے کی کہانیاں اصلی دیوتا سے منسوب کر دی گئیں۔ آج بھی ہم کرشن جی کے متعلق متضاد بیانات پاتے ہیں۔ کسی میں اُن کو بلند رو سائیت کا حامل بنا یا گیا ہے اور کسی میں محض ایک حوامی ہیرو بتایا گیا ہے۔ (انڈین فلاسفی ج ۱ ص ۳۹۶)

مہابھارت میں کرشن جی کے متعلق مختلف روایات کا مجموعہ پایا جاتا ہے یعنی وہ غیر آریہ ہیرو بھی ہیں روحانی معلم بھی، اور ایک قبیلے کے دیوتا بھی۔ (انڈین فلاسفی، ج ۱ ص ۴۹۲)

اُن کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ پانڈوؤں کے ساتھ ہو کر کور دؤں

سے جنگ کرنا تھا جس میں غاصب کو روکوں کو شکست فاش ہوئی اور پانڈویوں نے اپنی سلطنت حاصل کی۔ اس جنگ کو ہابھارت کہتے ہیں۔ چونکہ کرشن جی دشمن کے سب سے بڑے اوتار ہیں اس لئے ان کی تقدیم جو گیتا میں محفوظ ہے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور ان کے ماننے والے و شیوکھلاتے ہیں اور ان کی تقدس کتاب جگوت گیتا ہے۔

ہندوؤں میں جو لوگ اوتار سمجھے جاتے ہیں وہ اس دنیا میں خدائی صفات کے مکمل ترین مظہر مانے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے سر جھکا کر شکر نہیں سمجھا جاتا۔ اسلامی اصطلاح میں ایسی ہستی کو رسول کہتے ہیں۔ اور رسول کی عزت کی جاتی ہے۔ لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اُسے خدا کا درجہ دے دیا جائے

۹۔ اسلام اور سری کرشن

مسلمانوں کا طرز عمل۔ اور خصوصیت سے بعض صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا مسلک ظاہر اور واضح ہے۔ کہ وہ سری کرشن جی کو ایک بزرگ اور مصلحت مانتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ العزیز نے اپنے ملفوظات میں نہایت احترام سے سری کرشن جی کی بزرگی و عظمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اکثر فرمایا ہے۔ کہ سری کرشن کے جو حالات ہیں اُن کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ وہ ہندوستان کے نبی ہوں۔ اس لئے کہ نص صریح قرآنِ قدیم حاوی (ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ آیت قرآن کریم) کا نظریہ بتاتا ہے۔ کہ ہر ملک و قوم میں ایک نبی ضرور بھیجا گیا ہے۔ اور ہندوستان کا اس نظریہ سے مستثنیٰ ہونا بعید از قیاس ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اکثر بزرگان دین نے

ایسے مقامات پر خصوصیت سے عبادت اور جگہ کشی کی ہے۔ جہاں ہندوؤں کے مقدس مقامات ہیں۔

مندرجہ بالا نص قرآنی کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ خدا نے ہر ایک قوم میں بنی در رسول بھیجے ہیں جو بندگان خدا کو سچائی کی تعلیم دیتے تھے اور زندگی کے پُرستیج و خم راستہ میں نور ہدایت دکھاتے تھے مثلاً قرآن کریم میں یہ آیتیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اَلَّا قَدْ خَلَتْ فِيْهَا نَذِيْرٌ (ترجمہ: کوئی ایسی قوم نہیں گزری جس میں اُس کا ہادی یا بُرائیوں سے ڈرانے والا شخص نہ گزرا ہو)

(۲) نَعَزَّ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَسَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (ترجمہ: ہم نے اے محمد تجھ سے پہلے رسول بھیجے ہیں۔ اُن میں سے بعض کا ہم نے حال بیان کیا ہے اور بعض کا حال تجھ سے نہیں بیان کیا) لہذا اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ سری کرشن جی اپنی قوم کے ہادی تھے۔ اور انھوں نے ایسی تعلیم دی ہے جو خدائی تعلیم ہے۔

بُئس ہندوستان، شاعر سحر بیان، مہاں نظیر اکبر آبادی ہندوستان کے ایک صوفی منش شاعر تھے۔ ان کا مشرب صلح کل اور سلک فقیرانہ تھا۔ انھوں نے مختلف نظموں میں سری کرشن جی کی تعریف کی ہے۔ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا اگر اُن کے حبتہ حبتہ اشعار یہاں درج کئے جائیں۔ اس سے آپ کو یہ بھی اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کی سلطنت کے آخری دور تک ہندو اور مسلمان کمال تک جتنی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے مذہب کے بزرگوں کو حقیقت و نیاز کی نذر پیش کیا کرتے تھے۔

جنم کنھیا جی

ہے ریت جنم کی یوں ہوتی جس گھر میں بالا ہوتا ہے
 اُس منزل میں ہر من بھیر۔ سیکھ چین دو بالا ہوتا ہے
 سب بات تنہا کی بھولی ہے جب بھولا بھالا ہوتا ہے
 آندھنڈلی باجھت ہیں تہ بھون اجالا ہوتا ہے
 یوں نیک نچھتر لیتے ہیں اس دُنیا میں سنار جنم
 پُر اُن کے اور ہی لچھن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم
 سہ ساعت سے یوں دُنیا میں اوتا گر بھ میں آتے ہیں
 جو نالو من ہے دھیان ملی سب اُس کا بھید بتاتے ہیں
 وہ نیک ہو رت سے جس دم اس سٹ میں جھنے جانے ہیں
 جو لیلارچنی ہوتی ہے وہ رو پن جساد کھلاتے ہیں
 یوں دیکھنے میں اور کہنے میں وہ روپ تو بالے ہوتے ہیں
 پر بالے ہی پن میں اُن کے اُبکار نرالے ہوتے ہیں
 پھر آیا داں اک وقت ایسا جو آئے گرب میں منوہن
 گوبال۔ منوہر، مری دھر، سری کرشن۔ کشورن، کیول من
 گھنٹام، مزاری، نیواری، گردھاری، سُندر، شام بن
 پر بھوناتھ، بہاری، کان لالا، سکھ والی، جگ کے دُکھ بھجن
 جب ساعت پر گھٹ جوئے کی واں آئی مٹ دھرم کی
 اب آگے بات جنم کی ہے۔ بے بولو کرشن کنھیا کی
 کرشن جی کی پیدائش اور کش کے مظالم کا حال لکھنے کے بعد کرشن جی کی

نے نوازی اور بچپن کا حال اس طرح کہتے ہیں سہ

بالین

یار و سنو یہ وہ کنھیا کا بالین اور مدھ پوری نگر کے بٹیا کا بالین
مومن سردپ کرت کر یا کا بالین بن بن کے گوال گودوں چڑیا کا بالین

ایسا تھا بانسری کے بچیا کا بالین
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالین

ظاہر میں سب وہ مذہب واد کے آپ تھے ورنہ وہ آپ مانی تھے اور آپ باپ تھے
پردہ میں بالین کے اُن کے ملاپ تھے جو تھے سردپ کہنے بھینس سو وہ آپ تھے

ایسا تھا بانسری کے بچیا کا بالین
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالین

اُن کو تو بالین سے نہ تھا کام کچھ ذرا سنسار کی جو ریت تھی اُس کو رکھا بجا
مالک تھے وہ تو اپنی انھیں بالین سے کیا وال بالین جو انی بڑھا یا سب ایک تھا

ایسا تھا بانسری کے بچیا کا بالین
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالین

مالک جو ہوئے اُس کو بھی ٹھانڈیاں سرے چاہے وہ نیگے پاؤں پھرے پاکٹ دھسے
سب روپ ہیں اُسی کے جو کچھ چاہے سو گئے چاہے جواں ہو۔ چاہے لکین سے من بھرے

ایسا تھا بانسری کے بچیا کا بالین
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالین

بانسری

جب مڑی دھرنے مڑی کو اپنی ادھر دھری کیا کیا بھیم بیت بھری اُس میں دھن بھری
لے اُس میں رادھے نام کی ہر دم بھری بھری لہرائی دھن جو اُس کی ادھر اور ادھر دھری

سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کُش کُشٹے نے بانسری

کتنے تو اُس کے سننے سے دھن ہو گئے دھنی کتنوں کی سدھ بھر گئی جس دم وہ دھن سُنی
کتنوں کے مَن سے کل گئی اور بیا کلی چنی کیا ز سے لے کے ناریاں کیا کوڑھ کیا گنی

سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کُش کُشٹے نے بانسری

مندرجہ بالا مدح سرائی کسی قدر خلوص اور سچائی پر مبنی ہے۔ ان نظموں

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلے زمانہ میں ہندوستان کے مختلف مذاہب کے

متعلق عوام کا رویہ کال رواداری ہی کا نہیں تھا۔ بلکہ ایک دوسرے کا ادب

کے ہندگوں کا دل سے احترام کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک صوفیائے کرام

کے مزارات پر ہزار ہا ہندوؤں کا ہجوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ تعزیوں کی رسم

(جو یقیناً بدعت ہے) ہندوؤں میں بھی اکثر مقامات پر جاری ہے۔ اسی

طرح مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی ہزار ہا مذہبی رسوم کو اختیار کر لیا ہے۔

اور کسی بیرونی ملک کے سیاح کو ہندو اور مسلمان کے تمدن و معاشرت میں

کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ہاں جب سے ہندوستان میں مذہب کی آڑ میں

یہاں کی قوموں کو لڑایا جا رہا ہے۔ اور سیاسی خود غرضی کا شکار بنایا جا رہا ہے

اُس وقت سے یقیناً یہاں آپس میں کشیدگی بڑھ رہی ہے اور دوسرے ملکوں

کے باشندوں کو ہم پر پہننے کا موقع مل رہا ہے۔ لیکن واقعہ ہے۔ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ سطحی ہے۔ اور ہندوستان کا کوئی مذہب جنگ فتنہ پر داندی کی تعلیم نہیں دیتا۔

موجودہ دور میں جو سلمان خاں ہیں۔ اُن کے چند اشعار درج کرنے کے بعد میں اس حصہ مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مولانا ظفر علی خان صاحب سے سری کرشن کا میں احتشام کرتا ہوں اور اس میں روز نیا اہتمام کرتا ہوں یہ اہتمام ہر دئے عقیدہ سلام بنود بھول گئے ہیں کرشن کی تعلیم وہ جو رونم کی بنیاد ڈھانے آیا تھا میں اُس کی رسم کو دنیا میں عام کرتا ہوں حضرت ابوالعظم مرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی نے کرشن کتھا رقام فرمائی ہے۔ اس کا ہر ایک بند نہایت پر کیف ہے تیر کا چند بند درج ذیل ہیں۔

مقصود ہے مدحت عرفاں نصیب ذات جس کے گمان دھیان نے سب کو نیات جو متعبدات تھا مملو بصد صفات جس کا فانی شکل میں مکتوم ہے ثبات جس کا نظارہ دیدہ کے حق میں دقتی ہے

عرفاں کا بھر اس کا نہایت عمیق ہے
جس بھرنیک نالی میں اُس نے کیا شنا ساحل تک اُس کے کوئی نہیں پہنچا دسرا
دنیا لے تقریں وہ رہا دیں کا بادشا عالم میں دین کے کیا۔ دنیا کا وہ بھلا
جس کی نظیر دونوں جہاں میں محال ہے
نیرنگیوں میں اُس کے عمل کی کمال ہے

گیتا گواہ حسن عمل اُس کی دیکھ لو اُس کو ملاحظہ کرو، اُس کو پڑھو گنو
آنکھوں سے دل کی غور کرو، قول افضل کچھ رہبر بنا کے اُس کے قدم پر قدم چلو

اوصافِ گربشر کے ہوں درکار اس میں ہیں
ذوقِ البشر چھوڑ جاؤ اظہار اس میں ہیں

جناب مرتضیٰ احمد خاں صاحبِ ادبِ جمیدؒ افغانستان فرماتے ہیں کہ
کان اب تک سن رہے ہیں بانسری کی دھند
شعلہ سرفاں مہتی۔ برقِ زندگی افروزِ نفی
کنس کو اور کدوؤں کو ظلم کی دے کر سزا
اے کنھیا، دیکھ پھر ڈوبی ہوشتی ہند کی
اس غلام آباد میں۔ حالت پر اپنی بدلتوں
دلِ جواہر درد کا مٹھرا میں تڑپاتی رہی
اہلِ سوز و ساز کی مجلسِ گورانی رہی
تیری حق بینی سدا باطل کو ٹھکراتی رہی
زرد طوفاں میں پھیرے موج کے کھاتی رہی
خون کے آنسو ہمیں تقدیر لڑاتی رہی

تیری رتھ باقی کا پھر ہندوستان محتاج ہے
اور اس نے کی حقیقت کا جہاں محتاج ہے

غرض کہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ نہ صرف سری کرشن جی کو بلکہ ہر اس
بزرگ کو جس نے اپنی قوم کو ہدایتِ راہِ حق کی بنی۔ رسول یا ہمارے ماننے کو تیار ہے
اس لئے کہ اسلام نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ بتانے آیا ہے کہ دنیا میں
جتنے ملک ہیں۔ حتیٰ کہ جتنی قومیں ہیں، وہاں ہر قوم میں ان کو صحیح راستہ دکھانے
والا بھیجا گیا ہے۔ اور قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے سب
نبی برابر ہیں۔ لَا تَفْرُقْ بَيْنَ رُسُلٍ (ہم رسولوں میں کوئی تفریق یا امتیاز
نہیں کرتے) غرض کہ ان رسولوں کے علاوہ جن کے نام قرآنِ کریم میں درج ہیں،
مسلمان ان سب نبیوں کو مانتے ہیں جن کے مبارک ناموں کا تذکرہ قرآن میں نہیں
ہے۔ اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ان پر نازل ہوئی ہیں، اور راہِ
حق دکھاتی ہیں۔ کاش دنیا کی قومیں سچے ہادیوں کی ہدایت کے حقیقی معنی سمجھ کر
اس وحدتِ ایمانی کے پر سکون معبد میں آکر اپنے اختلافات کو مٹا دیں، اور

۱۰۔ جنگِ مہابھارت

جب پنجاب کے ملک کو ناکافی پاکو آریوں نے آگے قدم بڑھایا تو گنگ و جمن کے وسیع و زرخیز میدان اُن کے خیر مقدم کے لیے سو جو دتھے۔ گنگ کے کنارے جو شہر آباد کیا گیا، اُس کا نام ہستنا پورہ رکھا گیا۔ اور اُس سے ستاون میل جنوب مشرق کو دوسرا شہر اندر دلیوتا کے نام پر اندر پرستھ (دہلی) اقرا پایا۔ یہ دہی سرزمین ہے، جو متمدن ہندوستان کی ہمیشہ سے راجدھانی رہی ہے۔ اور سیکڑوں قوموں کے عروج و زوال کو دیکھ چکی ہے۔

یوں تو آریہ قوم ہند کے اصلی باشندوں سے ہمیشہ پر سر پیکار رہی، لیکن اُن کی آپس کی لڑائی جس کا تذکرہ رزمنامہ مہابھارت ہے، خاص طور پر یادگار زمانہ ہے۔ اس تاریخی جنگ کے افسانے عرصہ تک زبان زدِ خلالت رہے اور صدیوں تک شاعر اور داستان گو را جاؤں کی بھاؤں عوام کی مجلسوں اور اپنے خاندانوں میں اُن واقعات کو دہراتے رہے۔ ہندوؤں کے نزدیک نہایت محبوب اور روح پرور ہیں۔

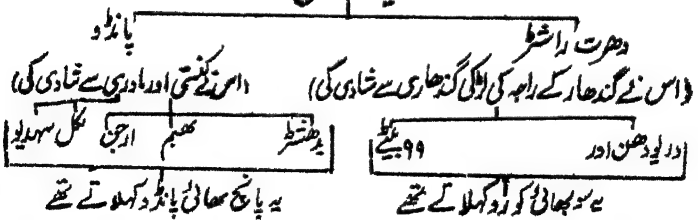
اس جنگ کے سیکڑوں برس بعد غالباً کسی راجہ کے حکم سے مہابھارت قوم کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنایا گیا۔ اور اس جنگ کو زندہ جاوید بنادیا گیا گو یا یہ کتاب ہندوستان کی انڈیڈ ہے۔ اور جس طرح ایران میں رستم۔ اور یورپ میں آرتھر اور شارلمین سے ہر اس قصہ کو نسبت دے دی جاتی تھی، جس میں بہادری اور جرات و مروت کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اسی طرح ہندوستان میں مہابھارت بہت سی نظموں اور افسانوں کا مرکز بن گئی۔ چونکہ یہ رزمنامہ ہست

زیادہ مشہور و مقبول ہو گیا تھا، اس لئے ہزار نامہ کے شاعروں نے اس میں کچھ د
کچھ اضافہ کرنا شروع کر دیا اور قانون، اخلاق و مذہب کے مضامین اس میں
بھر دیئے گئے اور رزمنامہ کا اصلی جوہر قصوں، افسانوں، اساطیر، کلام و
قانون کے پردہ میں روپوش ہو گیا۔

ظہورِ سیم کے کچھ صدیوں بعد کوشش کی گئی کہ رزمنامہ کے شروع
میں چند اشعار بڑھادے جائیں جن میں مختلف مضامین رزمنامہ درج ہوں
اور اشعار کی تعداد بھی کھدی جائے اس طرح کل پچاسی ہزار شعر تھے لیکن
پھر بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اور جو کتاب کلکتہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں
علامہ اساتذہ کے جوہری کی نسل سے متعلق ہے۔ نوے ہزار اشعار
زائد ہیں۔

مہابھارت کی جنگ ایسے راجاؤں کے درمیان ہوئی تھی، جو ایک
ہی دادا کی اولاد تھے جس کا نام ویاس تھا۔ دھرت راشٹر اور پانڈو
دونوں ویاس کے بیٹے تھے۔ ویاس کے مرنے کے بعد ان دونوں کی پرورش
ان کے چچا بھیشم نے کی تھی۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچے تو باوجودیکہ دھرت
راشٹر بڑا لڑکا تھا لیکن پیدائشی نامیٹا تھا۔ اس لئے سلطنت سے محروم کر دیا گیا۔
اور راج پانڈو کو ملار۔ ذیل میں آسانی کے لئے تنجا۔ بین کا شجرہ دلج ہے۔

ویاس



شجرہ سے معلوم ہو گا کہ کورو اور پانڈو بچا زاد بھائی تھے۔ اور ایک ہر گرو کی تربیت میں ہستنا پور کے راج محل میں تربیت پاتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی سے اُن میں تفاخر اور مسابقت کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔

پانڈو کے مرنے کے بعد دھرت راشٹر نے اپنے بیٹوں کی مدد سے ہستنا پور کی کدھی پر قبضہ کر لیا تھا اور انھوں نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ یدھشٹر کے مکان میں آگ لگا کر پانڈوؤں کو تباہ کر دیں۔ لیکن وہ کسی طرح بچ کر نکل گئے اور مدعوں آوارہ وطن رہے۔

اس درمیان میں پانچال قوم کے راجہ دروید نے قنوج (کام پٹیہ) سے اعلان کیا کہ میں اپنی بیٹی درویدی کا سوئسر کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی جو شخص تیر اندازی کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ماہر ہو گا اُس کے ساتھ درویدی کی شادی کی جائے گی۔ مقابلہ ہوا اور ارجن نے جملہ راجکاروں کو شکست

دے کر درویدی کو حاصل کر لیا اس طرح پانچال قوم کے راجہ کی حمایت میں پانڈوؤں کا اقتدار بڑھ گیا۔ اور نیک نیت دھرت راشٹر نے اپنے بھتیحوں کے ساتھ انصاف سے کام لیا۔ اور ہستنا پور میں بلا کر اپنی نصف سلطنت پانڈوؤں کو دے دی۔ اور جنہا کے کنارے اُنھوں نے اندر پرستھ (دہلی) کی بنیاد ڈالی۔ لیکن کوروؤں کو ہوس ملک و جاہ نے پھر آمادہ کیا کہ پانڈوؤں کو زک دیں۔ اس لئے ایک سبھا کی گئی۔ جس میں یدھشٹر بلائے گئے اور وہ جوئے کے داؤں پر راج پاٹ مال و دولت، حتیٰ کہ رانی درویدی کو بھی ہار گئے چودہ سال کا بن باس ہوا۔ مصیبتیں اُٹھائیں تکلیفیں سہیں۔ اور آخر کار جلا وطنی کا زمانہ ختم کر کے پانڈوؤں نے اپنی سلطنت واپس مانگی۔ کوروؤں نے غداری اور عہد شکنی کی اور وعدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس موقع پر سری کرشن جی کا ظہور ہوتا ہے یہ یادوؤں کے قبیلہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ قبیلہ کوروؤں اور پانڈوؤں کا رشتہ دار تھا۔ اس لئے کرشن جی نے مناسب سمجھا کہ خونی سری نہ ہو۔ اور آریہ قوم کے افراد ایک دوسرے کو تباہ کر کے متحدہ قومیت میں رخنہ نہ ڈالیں۔ لہذا انھوں نے جلا وطن اور مظلوم پانڈوؤں کی طرف سے سفارت کا کام اپنے ذمہ لیا اور دھرتی راشٹر کے دربار میں گئے۔ اور کوروؤں کو بت سمجھایا کہ انصاف کو نہ چھوڑیں اور پانڈوؤں کو صرف پانچ گائوں رہنے کے لئے دے دیں لیکن مغرور اور غاصب کوروؤں نے امن و آشتی کے راستے پر چلنے سے انکار کر دیا اور دہر پردہ یہ کوشش کی کہ سری کرشن جی کو بھی گرفتار کر لیں۔ لیکن تضاد قدر نے اُن کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔

غرض کہ جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اور دونوں طرف معاہدہ نہ کر کے لئے بڑے بڑے راجہ مع اپنی فوجوں کے آموجد ہوئے۔ چونکہ کرشن جی دونوں کے رشتہ دار تھے اس لئے جب دریودھن اور ارجن نے آپ سے امداد طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میں دونوں کا رشتہ دار ہوں اس لئے میں کسی طرف سے نہ لڑوں گا اور نہ اس جنگ میں ہتھیار اٹھاؤں گا۔ اس لئے میں آپ دونوں کو اجازت دیتا ہوں کہ خواہ مجھے اپنی طرف لینا پسند کیجئے یا میری فوج کو لے لیجئے۔ دریودھن نے انتخاب میں غلطی کی اور کرشن جی کی فوج کی مادی قوت کو خود کرشن کی اخلاقی و روحانی طاقت پر ترجیح دی۔ اور تنہا کرشن جی مع اپنی روحانی فوجوں کے ارجن کے مددگار بن گئے اور وہی نتیجہ ہوا جو بھگوت گیتا کے خاتمہ پر درج ہے یعنی ”جہاں کہیں یوگ کا مالک کرشن ہے اور جہاں کہیں پار تھا (ارجن) تیرا انداز ہے۔ وہاں یقیناً

خوشحالی، فتحمدی اور مسرت ہے۔
 ہما بھارت کی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ شتر کے قتل کو دہ مارے گئے۔ اور
 پانڈوؤں کے پانچ بھائیوں کے علاوہ اُن کے جملہ عزیز و رفیق بھی قتل
 ہو گئے۔ اس کے بعد دھرت راشٹر نے کل سلطنت پانڈوؤں کے سپرد
 کر دی۔ اور خود اپنی بیوی کو لے کر جنگل کی راہ لی۔ لیکن جب وہ دُنیا کو
 ترک کر کے فیروں کی زندگی بسر کرنے جا رہا تھا تو اُس وقت پانڈوؤں کی
 ماں نے بھی ترک دُنیا کا فیصلہ کیا اور دھرت راشٹر کے ساتھ ساتھ چلی گئی
 اور آخر کار یہ سب لوگ کسی جنگل میں جل کر مر گئے۔ جب پانڈوؤں نے ۳۶
 سال بعد یہ خبر سنی کہ کرشن کا انتقال ہو گیا تو انھیں سخت افسوس ہوا اور
 انھوں نے بھی سلطنت چھوڑ کر اپنی بیوی درویدی اور ایک دفا دار
 کتے کو ساتھ لیا اور اندر کی بہشت کی تلاش میں کوہ ہمالیہ کا راستہ لیا۔
 راستہ میں سب ایک ایک کر کے مر گئے۔ صرف یہ دھشٹر معہ اپنے کتے کے
 بہشت کے دروازے تک پہنچا۔ لیکن جب اندر نے بہشت میں داخل ہونے
 کا حکم دیا تو اُس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں اُس وقت تک اندر نہ
 جاؤں گا، جب تک کہ میرے بھائی اور بیوی بھی نہ داخل کئے جائیں۔
 یہ دھشٹر کی دُعا قبول ہوئی لیکن چونکہ کتے کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی اس
 لئے اس نے پھر بہشت میں جانے سے انکار کر دیا اور بہشت کی ایک جھلک
 دیکھنے کے بعد دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ یہاں اس نے اپنے رفقاء کو موجود
 پایا اور باوجودیکہ دوزخ میں بہت زیادہ تکلیف تھی، لیکن بہشت کا
 تنہا لطف اُٹھانے پر اپنے دوستوں کی مصیبت میں شرکت کو زیادہ پسند
 کیا اور دلی مسرت کا اظہار کیا۔ جب وہ اس امتحان میں بھیجے اور اُتر آئے

اُسے ظاہر ہو گیا کہ یہ جنگ و جدل - زندگی و موت - جنت و جہنم سب دھوکا (مایا) تھا اور حقیقت آشدہ ہو کر روح اپنی کل جماعت کے بہشت میں داخل ہو گیا۔ یعنی اُسے فراغت کاملہ حاصل ہو گئی۔ اور سب اندر کے ساتھ اطمینان قلب کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ ہے مختصر تاریخ اس وقت تک کی جب کہ سری کرشن جی پانڈوؤں کی مدد کو تشریف لائے اور بحیثیت ارجن کے رتھ بان کے جنگ میں شریک ہوئے۔ اور وہ معرفت الہی کی تعلیم دی جو بھگوت گیتا میں محفوظ ہے۔

اس خاص لڑائی کے علاوہ مہابھارت میں بہت سے لطیف انسانی بھی ہیں۔ جو جمالیاتی نقطہ نظر سے نہایت بلند پایہ ہیں ہر ایک قصہ میں کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو روشن ہے۔ ان میں ”مل اور دھنیتی“ اور ”سادری اور ستیادان“ کے قصے خاص طور پر جاذب توجہ ہیں۔ مہابھارت کی زبان نہایت ہی سلیس، سادہ اور غیر مضطرب ہے۔ اس میں تشبیہ اور استعارے بہت کم ہیں۔ اور جو اس بھی وہ نہایت فطری اور سادہ ہیں کہیں جنگ آزمائوں کے حملہ کو جنگلوں میں ہاتھیوں کی دوڑ سے تشبیہ دی گئی ہے، کہیں تیروں کی سنسناہٹ کو پرندوں کے اڑنے سے اور کہیں کسی حسین دوشیزہ کے حسنِ شاداب کو نیلگوں نیلو فرسے اس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے اور جس طرح یورپ والوں کو ایسٹ اور اوڈیسی پر ناز ہے۔ اُسی طرح ہندوستانیوں کو بجا طور پر یہ فخر ہے کہ رزمناہ مہابھارت اور رامائن نہ صرف مشرق کے لئے بلکہ کل عالم کے لئے ایک لطیف و پاکیزہ سرمایہ علم و ادب، فلسفہ و اخلاق، مذہب و تاریخ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علم کسی خاص قوم کی ملکیت نہیں، بلکہ انسانیت کا جائز وارث ہے۔

مشرق و پیش چاند رت نے کافی تحقیق کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ

ہما بھارت کی جنگ درحقیقت پنجالہ کے راجہ اور کوردوں کے درمیان ہوئی تھی لڑائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ فریقین میں سے صرف آٹھ آدمی زندہ بچے تھے تین کورد اور سات پانڈو، اور چھتری قوم شمالی ہندوستان سے نیست و نابود ہو گئی۔ پانڈو راج کے مالک ہوئے لڑائی کے بعد ۳۴ سال تک بدھشتر نے راج کیا، اور اس کے بعد راجن کے پوتے کو راجہ بنا کر پانچوں بھائی تارک الدنیا ہو گئے۔

علاوہ ان بہادروں کے جنھوں نے چھتریوں کے دھرم کے مطابق پورا عمل کر دکھایا، ہما بھارت میں جن عورتوں کا تذکرہ ہے وہ بھی دھرم کی دیویاں اور چھتری بہادروں کی مائیں بننے کے قابل تھیں۔ دروپدی جب ملکہ سے لونڈی بنائی گئی تو اُس نے جس استقلال کا ثبوت دیا وہ اس کے شایان شان تھا۔ گنتی نے بھی جو پیغام اپنے بیٹوں کو بھیجا تھا وہ بھی اب زور سے لکھنے کے قابل ہے۔ اپنے باپ کا راج حاصل کر دے۔ ورنہ اس کو شمش میں مر جاؤ۔ یہ حکم اس غرض سے نہیں دیا گیا تھا کہ راج ماہل کرے وہ آرام کرے گی۔ بلکہ جب سلطنت حاصل ہوئی تو وہ اپنے خاوند کے بھائی دھرت راکش کے ساتھ تارک الدنیا ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئی۔

ہما بھارت کے آخری چار اشلوک جو اس کے سبق آموز افانوں کا لب لباب ہیں اُن کا مفہوم یہ ہے۔

”اس دُنیا میں ہزاروں آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہزاروں رنج و راحت کے موقع بھی آتے رہتے ہیں۔ لیکن خوشی اور رنج ان ہی پر اثر کرتے ہیں جو اس دنیا کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ جو حقیقت کو جانتا ہے اس کے لئے شادی و طہن برابر ہے۔ دولت و فاقہ کا نتیجہ ہے۔ لہذا لوگوں کو نیک چلنے کی کوشش کیوں نہ کرنی چاہیے۔ خوشی، غم یا لالچ سے فیکے کو نہ ترک کرنا

چاہیے۔ اگر زندگی بھی نیکی کے لئے دینی پڑے تو دریغ نہ کرنا چاہیے۔ نیکی ہی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ رنج و راحت تو آنے والے چھڑیں ہیں۔

جھگوت گیتا

۱۔ تمہید

جھگوت گیتا ایک نظم ہے جو ہندو رامیہ شاعری کی بھیر میں لکھی گئی ہے۔ اور زمانہ مہابھارت کے چھٹے باب کا ایک حصہ ہے۔ دنیا کے ادبیات میں گیتا کا درجہ نہایت ہی پرشکوہ اور بلند ہے۔ اور اس کا یہ درجہ اس وقت تک قائم رہے گا، جب تک انسان ان چیزوں پر غور کرتے رہیں گے جو اُس کے تجربہ، احساسات اور مادے سے بالاتر ہیں۔ جب تک دُنیاس میں رُوح اور روحانیت کا چرچا ہے۔ اُس وقت تک خدا کا نام لینے والے یقیناً اس تقریب آتیش، اس ترائہ سردھی اور اس جلوہ نمائے خداوندی کا مطالعہ کرتے رہیں گے۔

ایک طرف کوروؤں کے ساتھ لڑا جا ہمارا جا اپنی اپنی فوجوں کے پُرے جھائے جنگ کے لئے تیار ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود سری کرشن جی کی فوج مع اپنی جملہ مادی قوتوں کے کوروؤں کی مدد کے لئے دے دی گئی ہے۔ دوسری طرف پانڈوؤں کی فوج ہے جس میں خود دشمنوں نے کرشن کا اوتار لے کر شرکت کرنا مناسب سمجھا ہے۔ لیکن یہ طے کر لیا ہے کہ خود کسی مادی قوت کا

استعمال نہ کریں گے بلکہ اپنی روحانی و اخلاقی طاقت سے پانڈوں کی مدد اور رہبری کریں گے۔

ارجن پر وہ تذبذب دار تعاش طاری ہے جو اکثر سلاطم جذبات اور متضاد فرائض کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے کہ عملی زندگی میں قدم رکھا جائے اور اپنے عزائم اور ارادوں پر استقلال سے قائم رہ کر جادہ مستقیم سے قدم نہ ڈکے۔ کمزور دلوں کا ذکر نہیں۔ مضبوط قلب اور استوار ارادہ رکھنے والے کتنے انسان ہیں جو فرض کا صحیح احساس کر کے راہ راست پر چلی سکیں اور انھیں لغزش نہ ہو، جب دو نصب العین، دو مصلح نظر، دو راستے سامنے ہوں۔ اور بظاہر دونوں منزل مقصد تک لے جانے والے ہوں تو یقیناً ایک عالم اضطراب طاری ہو جاتا ہے، اور بنا اوقات نیک نیتی سے وہ راستہ اختیار کر لیا جاتا ہے۔ جو غلط ہوتا ہے اور پرخطر، یہ عقل و جذبات کا تصادم، یہ ارادے اور احساس کی آویزش جب غلط راستہ پر لے جاتی ہے تو اسے اجتہادی غلطی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وہ لمحہ جس میں انسان فیصلہ کن عملی قدم بڑھاتا ہے۔ نہایت عجیب اور خطرناک ہوتا ہے۔ وہ لمحہ، وہ فیصلہ کی گھڑی، وہ ارادے کی عمل کے لئے تیاری با اوقات پیش خیمہ ہوتی ہے ایک انقلاب عظیم کا۔ اس شش و پنج اور اضطراب کی حالت کا مطالعہ کرنا ہو تو ارجن کو دیکھیے، میدان جنگ ہے، فوجیں ہیں اور فیصلہ کا لمحہ سر پر موجود ہے۔ ادھر عزیز، ادھر قریب ادھر بھائی ادھر چچا اور اُتاد، ادھر وہ جن کے واسطے سلطنت کی تلاش ہے ادھر وہ جن کے بغیر سلطنت تو کیا زندگی ہی بے سود ہے، فرض کیا ہے؟ عزت

کسے کہتے ہیں۔ دھرم اور ادھرم کی کشمکش میں جذبات محبت کا کیا درجہ ہے؟ عزت کے لئے اپنے عزیز و اقارب سے جنگ بہتر ہے یا خوں ریزی اور قطع رحم سے بچ کر ذلیل پستی؟ یہ خیالات تھے جو بہ یک وقت اُس فیصلہ کن لمحہ میں ارجن کے دل و دماغ کو اپنے پیہم حملوں کی آماجگاہ بنائے ہوئے تھے۔

لیکن نوح و یونس کا خدا، اسماعیل کو خنجر سے اور ابراہیم کو آتش نمرود سے بچانے والا خدا، وہ خدا جس نے موسیٰ کو فرعون سے بچا کر بنی اسرائیل کا آزاد کنندہ بنایا۔ وہ خدا جس نے ابرہہ کی فوج کو معمولی سی وبا سے یا مال کر دیا۔ وہی خدا اُسے قدموں پر ہمیشہ اپنے بندوں کی بچاؤ کی اور کم مائیگی کا اندازہ، اُن کی فرد تنی، رضا جوئی اور توکل سے کرتا ہے۔ اور اپنے پرستار۔ اپنے بھگرت کو مغوم و مجبور دیکھ کر ان شاء اللہ مع الصابرین (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) کے وعدہ کو پورا کرتا ہے۔ اور ارجن کو یزدانی نورد کی روشنی میں راہِ عمل صاف صاف دکھاتا ہے۔

القا کیئے، الامام سے تعبیر کیجئے، ضمیر کی آواز بتائیے، یاد دینا والوں کی زبان میں ارادہ کی فتح کیجئے۔ غرض کہ ہوا ہے کہ ادھرم کو دھرم نے فطری جذبہ کو فطری جذبہ ہی نے شکست دی۔ عقل نے عقل سلیم ہی کی بات سنی۔ اور کوشش کی مادی صورت تھی یا روحانی فیضان، یا خود ارجن ہی نے جو ذکر شن یا جو ہر سردی میں قنایت کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ کہ وہ اپنے نتیجہ پر پہنچا، جو بظاہر جذبات، جو اس اور عقل سے بالاتر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو چیز عوام کی کوتاہی میں نگاہوں میں قنات اور عدم کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ قلوب معرفت شناس کے سامنے بقاء ہے اور وجود کا بل۔

ارجن سپاہی تھا۔ ایک سپاہی جو طبعی طور پر بھل کپٹ سے دور تھا اور اپنے فرائض کی کش مکش میں ایک مستقل فیصلہ کا عادی تھا۔ وہ سپاہی تو تھا ہی لیکن ایک مکمل انسان بھی تھا۔ لہذا سری کرشن جی کی تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ انسان غالب آئے سپاہی پر۔ اور انسانیت فتح حاصل کرے ہیبت اور عسکریت پر۔ اور روحانیت کی فیروزہ مندی۔ مادیت کو پردہ فسا میں مہند چھپانے پر مجبور کرے۔

۲۔ تاریخ تصنیف

زمانہ تصنیف کے متعلق تاریخی شہادتیں مشکل سے ملتی ہیں۔ اس لئے کہ قدیم ہندوستان میں تاریخ و روایات میں بہت زیادہ انتراج کر دیا جاتا تھا۔ اور اس بات کو حقیقتاً کوئی اہمیت بھی نہیں ہے کہ واقعہ کب ہوا، دیکھنا صرف یہ ہے کہ اگر ہوا تو کس طرح ہوا اور اُس سے انسانیت نے کیا سبق لیا۔

اس میں تو ذرا بھی شبہ نہیں کہ مہابھارت کی جنگ ضرور ہوئی۔ اور اُس میں آریہ قوم ہی کے دو گروہ ایک دوسرے سے لڑے۔ لہذا نامہ کی قدیم ترین تصنیف کے متعلق یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ اُس وقت کی تصنیف ہو سکتی ہے جبکہ انھرون انپشدرین تصنیف ہوئی تھیں۔ یہ زمانہ حضرت مسیح سے ایک ہزار سال قبل کا مانا جاتا ہے۔ لیکن پروفیسر مگڈائل کا خیال ہے مسیح سے ۵۰۰ (پانچ سو) سال قبل کے قریب اس کی تصنیف ہوئی ہے اور اس میں بعد کو بہت سے اضافہ کئے گئے جو نہ عیسوی تک ہو سکے۔ رہے۔ بہر حال یہ تو یقینی ہے کہ مہابھارت کی لڑائی کے سیکڑوں برس بعد مذہب نامہ کی تصنیف کی گئی اور یونانی مؤرخوں اور کتبات وغیرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت مسیح سے چار صدی پہلے یہ کتاب موجود تھی۔ (دیکھیے انڈین سٹون جلد دوم۔ صفحہ ۱۶۱) اور پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح تک اس میں اضافوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گیتا کو نظم کا جامہ پہنانے کے بعد کس وقت ہما بھارت میں ضم کیا گیا۔

ہما بھارت کی تصنیف کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی خیالات میں جو انتشار و اختلاف پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہو جائے اور سب ہندوؤں کو بدھ مذہب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس خیال کی تائید ہما بھارت کی جہات اور مضامین سے ہوتی ہے۔ لیکن لڑائی کا اصل واقعہ گوتم بدھ کی پیدائش سے پہلے کا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہما بھارت کی لڑائی حضرت مسیح سے ۱۲ سو یا ایک ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ اور گوتم بدھ کے مذہب کا رواج سنہ عیسوی سے ۵۴۳ سال پہلے ہوا ہے۔ اور ایک ہزار سال تک برہمنوں کے مذہب کے رقیب رہنے کے بعد نویں صدی عیسوی تک اس مذہب کے پیرو کل ہندوستان میں قتل کر دیئے گئے اور باقی ماندہ ہندوستان چھوڑ کے فرار ہو گئے۔

ہما بھارت میں جو اضافے کئے گئے ہیں ان کے متعلق یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اشوک کے جانشین کمزور تھے اور ۱۸۴ء قبل مسیح میں سنگوں نے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ہندو تھے۔ اور بدھ مذہب کا تنزل اور ہندو مذہب کی ترقی اس زمانہ سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اہل تحقیق کا خیال ہے کہ ہندو ادبیات کو سنگوں کی حکومت نے بہت مدد دی۔ اور اسی دور میں ہما بھارت میں کافی اضافے کئے گئے۔ اور ترقی کر کے ۸۸۰۰ اشعار میں ہزار اشعار ہو گئے۔ بہت ممکن ہے کہ فلسفہ عمل

سکھانے اور بدھ مذہب کے فلسفہ بے عملی و مایوسی کو مٹانے کے لئے کسی ہندو بزرگ نے ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کے عملی پہلو کو اس طرح ایک جگہ جمع کر دیا ہو۔ اور زمر نامہ میں اس کا اضافہ اس لئے کیا ہو کہ یہی عوام الناس کی ایک مقبول کتاب تھی اور اس کا مطالعہ ہر جگہ اور ہر سوسائٹی میں ہوتا تھا۔

بہر کیفیت تاریخی حیثیت سے کچھ بھی ہو لیکن ادبی شہادت اس نظریہ کے لئے کافی ہے کہ شاعر نے جس عنوان سے گیتا کو ما بھارت میں ضم کیا ہے، اس میں ایسی صنعت گری سے کام لیا ہے جو اس کا مل الفن استاد کے شایان شان ہے۔ جو کسی بے نظیر پیرے کو کسی زریں در صرع تاج میں جڑ کر دونوں کی عزت و اکبر و بڑھاد دیتا ہے۔ موقع عظیم اثنان تھا مسئلہ عمل پیچیدہ مگر عظیم تر تھا۔ لیکن اس کا حل عظیم ترین تھا۔ اب کسی کی مجال ہے کہ یہ کہہ سکے کہ گیتا کا نگینہ ما بھارت کی انجنتری میں جالیاتی حیثیت سے بے محل ہے۔

۳۔ طرز انشاء

محققین کی رائے ہے کہ گیتا ایک باقاعدہ نظم ہے اور اس قسم کی کتاب ہے جیسے قدیم اپنشدین، طرز بیان سادہ ہے، مرکبات کا استعمال بہت کم ہے اسلوب انشاء سادہ اور فطری ہے۔ صنعت بجنیس کی کوشش اور مرکبات کا استعمال (جیسا کہ کالی داہس اور بانا وغیرہ نے کیا ہے) اس نظم میں نہیں پایا جاتا منسکرت کے کلاسل لٹریچر میں وزن کی پابندی نہایت سختی سے کی گئی ہے۔ لیکن گیتا اور اس سے قدیم تصنیفات میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اکثر اشعار کھینچ مان کر بھی مقررہ بحر میں نہیں آتے۔

گیتا میں جو ذاتوں کا بیان ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارہ بھی ہنوز ابتدائی حالت میں تھا۔ اور جس طرح منوں نے مختلف ذاتوں کے فرائض بتائے ہیں وہ مات گیتا میں نہیں پائی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیتا نہایت قدیم تصنیف ہے اور اس زمانہ میں ذاتیں مورد فی نہ تھیں۔

۴۔ گیتا اور ذاتیں

برہمنوں کا جو درجہ سماج میں ہے کیا گیتا اُس کی تائید کرتی ہے؟ اس سوال کا جواب خود گیتا میں یہ ہے کہ ”قربانی، صدقہ و خیرات اور زہد کو ترک نہ کرنا چاہیے“ (۱۵) جن تین فرائض کا اس شعر میں ذکر ہے۔ وہ تینوں ذاتوں یعنی جھتری، ویش اور شودر میں سے کسی ایک تک محدود نہیں ہیں۔ البتہ قربانی مخصوص طور پر برہمنوں کا فرض ہے۔ لیکن خود گیتا سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ مختلف قسم کی قربانیوں کو ۳/۳۳ تک بتایا گیا ہے ممکن ہے کہ ویدوں کی تعلیم کے مطابق قربانی صرف برہمنوں تک محدود کر دی گئی ہو۔ لیکن معرفت الہی بھگتی اور ضبط نفس سے دوسری ذاتوں کو نہیں روکا گیا۔ موردی ذات پات کی گیتا نے سختی سے ممانعت کی ہے اور کہا ہے کہ چار قسم کے انسان اپنے ذاتی خصوصیات اور اپنے اعمال سے پہچانے جاتے ہیں۔ بعض نظر تائیلی کی طرف مائل ہوتے ہیں، بعض جوش و حرکت کو پسند کرتے ہیں اور بعض سستی، کاہلی اور بے عملی کو اس طرح ہر ایک انسان اپنی ذاتی صفات کے لحاظ سے یا تو پسپا ہی ہو گیا یا عالم صوفی یا تاجر ہو گیا یا ادنیٰ خدحگار، برہ حال یہ کہا گیا ہے کہ جس جماعت سے بھی تم متعلق ہو تمہارا فرض ہے کہ اُسی جماعت کا فرض انجام دو۔ یہ نہ کہو کہ ہو تو تم باہمی مگر خواہ مخواہ فساد اور حکماء کی صحبت میں دخل در عقولیات کرو اور اپنا کام چھوڑ بیٹھو۔ اور

[illegible]

(۱) ویدوں کے حقیقی مفہوم کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اور عوام ویدوں کے صحیح معنی نہیں سمجھتے۔

(۲) بعض لوگ اپنی کج فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ویدوں سے واجب الوجود کا علم نہیں ہوتا اور:-

(۳) بعض کا یہ خیال ہے کہ وید فانی لذات کی تعلیم دیتے ہیں۔

ان سب خیالات کا یہ منشا ہے کہ ویدوں کا سلطی مطالعہ کرنا بے سود ہے
گہرے مطالعہ سے علم حاصل ہوتا ہے۔ جس سے مدارج تصوف و عرفان طے
ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جو صرف الفاظ کو پڑھ کر اُس کی تہ تک نہیں پہنچتے ان کو
چاہیے کہ وہ گیتا کو پڑھیں۔ اس لئے کہ اُس میں ویدوں کی تعلیم کا عطر ہے۔ اور
عام فہم طریقہ سے اُس تعلیم کو بھی جمع کر دیا گیا ہے جو فلسفہ ویدانت۔ سانچہ اور
لوگ سے متعلق ہے حقیقت یہ ہے اس میں ویدوں سے انحراف کی تعلیم نہیں دی
گئی بلکہ اُس زمانہ میں ہندوستان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ مذاہب فلسفہ کی
بے شمار شاخیں ہو گئی تھیں اور ہندو سوانیٹی میں بُدھ مذہب اور دھرم لوں
اکا تیک اکے اصولوں کی ترویج کی وجہ سے حقیقی ویدک تعلیم سے عوام دور ہوتے
جاتے تھے۔ گیتا کا خود قول ہے کہ جب ادھر مرقی پڑتا ہے۔ اور دھرم مٹنے

لگتا ہے۔ تو خدا اپنے اوتاروں (یا پیغمبروں) کے ذریعہ سے انسانوں کی حالت درست کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ویدوں کی تعلیم ایک خاص زمانہ تک درست تھی، لیکن جب سوسائٹی میں بے عملی اور بے دینی پیدا ہو گئی تو گیتا کے ذریعہ سے خدائی مذہب یا فطری مذہب کی تعلیم دینا والوں کو دی گئی۔ اور ویدوں کی تعلیم سے بلند یا کم از کم ترقی یافتہ سوسائٹی کے اعتبار سے زیادہ واضح معقول اور صحیح تعلیم کا لب لباب جھگوت گیتا میں ہے ویدوں کے زمانہ میں ہندوستان کے باشندے ابتدائی دور تمدن میں تھے اور اُن کے مختلف ادارے درجہ کمال کو نہ پہنچے تھے۔ اُن کی زندگی بھی جنگ و جدل کی وجہ سے ایک کش مکش کی حالت میں تھی لیکن جب وہ فاتح کی حیثیت سے ہندوستان کے زرخیز خطوں پر قابض ہو گئے اور امن و امان کے لازمی نتیجہ یعنی فلسفہ نے عوام کی فرصت کی زندگی پر قبضہ کر لیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کے خیالات میں پریشانی اور مذہب میں انتشار پیدا ہو گیا۔ گیتا ان کی اصلاح کے لئے وہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم ہے جو سری کرشن دورِ ارجن کے مکالمہ میں موجود ہے۔

۶۔ گیتا اور نجات

تنازع سے نجات حاصل کرنے کا جو طریقہ گیتا نے بتایا اُس کے تین پہلو

ہیں :-

اول بذریعہ عمل (کرم) دوم بذریعہ عرفان (گیان) اور سوم بذریعہ عشق حقیقی (سہگشتی) ان کا گیتا میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ایک پسلو عنایت مرشد (گرو کرپا) بھی ہے۔ اس کے لئے گیتا میں صریح اشارات ہیں۔

تفصیل نہیں ہے سری یامن اچار یہ (التوفی مسۃ) سری راما نچ کے مرشد تھے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل طریقہ پر نجات حاصل کرنے کے طریقوں کی تصریح کی ہے:-

(۱) عمل دکرم، کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایسے اعمال کی ضرورت ہے جیسے قربانی (مال)، وقت اور قوت کی اخیرات، ریاضت عبادت، تیرتھ جاترا، منوی ریاضتیں، روزے، مندی، اشنان، مقدس عید اکل حلال، مقدس کتابوں کا پڑھنا، مقدس دعوت طعام۔ صدقہ و خیرات وغیرہ۔

(۲) عرفان کے ذریعہ سے نجات کا یہ ذریعہ ہے کہ نفس و جو اس کو زہرہ کر لیا جائے اور علم روحانی کے ذریعہ سے معرفت الہی حاصل کی جائے۔ اور اتنی ترقی کی جائے کہ آتما (نفس انسانی) پر ماتما (روح اعظم) یا برہم کا مراقبہ عرصہ دراز تک کر سکے۔

(۳) عشق حقیقی (بھگتی) کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کا یہ راستہ ہے۔ کہ خدا کا خیال ہر وقت دل میں رہے۔ اُس کی عبادت کی جائے۔ اُس کی حمد کے بھجن نضا کو معور کر دیں اور پھولوں کے ہار اُس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ گیتا کا یہ مقصد ہے کہ عشق حقیقی پیدا کیا جائے۔ سری کو شن جی نے اپنے آپ کو محبت کا دیوتا بتایا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ خدا (آتما) تک پہنچنے کا بہترین اور یقینی ذریعہ عشق حقیقی (بھگتی) ہے۔ جب عشق ہوگا تو معرفت بھی حاصل کی جائے گی اور پھر جو عمل کیا جائے گا وہ بہترین عمل خیر ہوگا، غرضکہ حقیقی لگن اور علم کے ساتھ عمل خیر کی تعلیم ہی گیتا کی تعلیم ہے۔ محبت و معرفت ہر عمل کے لازمی پہلو ہیں۔ ان کے بغیر کوئی

بے لوث عمل نہیں ہو سکتا۔

گیتا کی تعلیم

سری کرشن جی کی زبان معرفت ترجمان سے جو تعلیم ارجن کو دی گئی ہے وہ دُنیا کے لئے ایک پیغام عمل ہے اسے یوگ کہتے ہیں۔ یوگ کے لغوی معنی وصال کے ہیں۔ یعنی روح کا ذات الہی سے واصل ہو جانا یوگ ہے بھگوت گیتا کا مقصد وحید یہ ہے کہ انسان تربیت نفس کرنے کے بعد بالآخر ذات صمدی سے واصل ہو جائے۔ اور اس طرح تناسخ سے نجات حاصل کر کے فراغت کاملہ حاصل کرے۔ یہ فراغت جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کہ انسان گیتا کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل زندگی اس طرح بسر کرے کہ اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام دے۔ اور تناسخ کی ذرہ برابر پروانہ کرے۔ یعنی جو کام کرے اس میں خودی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اور ایشارہی ایشارہ ہو۔ یہ حالت صرف عشق حقیقی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

۱۔ فلسفہ ہنود کے بنیادی اصول

گیتا میں اور عام طور پر مذہب ہنود میں نجات کا مفہوم مفہوم یہ ہے کہ دُنیا میں بار بار پیدا ہونے سے نجات حاصل کرنا ہی نجات کامل ہے۔ اس خیال کی بنیاد فلسفہ کے دو اصولوں پر ہے۔ اول تناسخ اور دوم گردنم۔ عقیدہ تناسخ یہ ہے کہ جملہ رو میں خدا کی ذات سے خارج ہوئی ہیں، یہ شرارے

ہیں جو مرکز می آشکدہ سے خارج ہو کر مختلف قابولوں میں پھیل گئے ہیں۔ یہ قطرے ہیں جو دریا اور وحدت سے نکل کر کثرت کا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ اسی طرح یہ ردھیں اپنے مرکز حقیقی سے دور ہو کر مسلسل قابولوں کو بدلتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں، پودوں اور درختوں کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں یہ دور پیدائش اُس وقت تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ روح کو کوئی ایسا ذریعہ نہ مل جائے کہ وہ دوبارہ پیدا ہونے کی مصیبت سے نجات حاصل کرے۔ دور تناسخ سے چھوٹنے کے بعد روح کا وصال ذات باری تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام نجات یا فراغت ہے۔

مسلمانوں میں تناسخ کا عقیدہ نہیں ہے لیکن خلیفہ مطہر بن مقتدر کے زمانہ میں سنیوں میں ایک قوم حلولیہ ظاہر ہوئی تھی اور ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی کی روح مجھ میں حلول کر آئی ہے اور اس کی عورت نے دعویٰ کیا تھا کہ بی بی فاطمہ کی روح مجھ میں حلول کر آئی ہے۔ اسی طرح ایک اور شخص جبریل بن گیا تھا۔ لیکن جب مار پڑی تو یہ تاویل کی کہ ہم سید ہیں۔ معزالرولہ نے ان کو چھوڑ دیا۔

مولانا کے دوم کا یہ شعر بہت مشہور ہے جس سے تناسخ ثابت کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
بچو سبزہ بار بار دیدہ ام

مسلمانوں سے پہلے بھی یونانیوں کے فلسفہ میں تناسخ کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ اور علامہ شمس الدین شیرازی نے فلسفہ یونان کے تناسخ کو باطل کرنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے لیکن ویدانت کے تناسخ کے سمجھنے میں یہ

وقت ہے کہ فلسفہ ویدانت کی رو سے عمل کے لحاظ سے جسم ملتا ہے لیکن جب سب سے پہلے جاندار کو جسم عطا کیا گیا تو وہ کس عمل کے صلہ میں ملا۔ اس لئے کہ بغیر جسم کے روح کوئی عمل کرنے کے قابل نہیں تھی یعنی عالم بے عمل میں تھی۔ پھر یہ سلسلہ تنازع شروع ہوا تو کیوں کر اس کا جواب ذرا مشکل ہے بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ تنازع کا عقیدہ نہ صرف ہندوؤں میں بلکہ قدیم یونان اور موجودہ زمانہ کی بعض اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اور مولانا نے بھی جمادات سے انسان اور انسان سے بتدریج اُس ذات تک جو وہم میں نہیں آسکتی۔ ترقی کے درجے اس طرح بتائے میں ۷

انہما مردم و نامی شدم	دو ناما مردم بہ حیواں سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردم کم شوم
حمنہ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آدم از ملائک بال و پر
از ملک ہم ہایدم جستن ز جو	کل شیئی ہالک الا و جسمہ
بار دیگر از ملک قربان شوم	اشچہ و رحمت نیاید آل شوم

پس عدم گردم عدم چوں از غنوں

گویدم کا نا الیس را جوں

تنازع کا عقیدہ نتیجہ ہے کرم کے عقیدے کا۔ کرم کے لغوی معنی عمل کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں وہ اعمال ہیں جو گذشتہ زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا میں موجودہ زندگی میں روح کو کرنے پڑتے ہیں۔ ہر عمل صالح روح کو اس دنیا سے آزادی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور ہر ایک برائی روح کو اس دنیا سے اور زیادہ وابستہ کرتی ہے جس کا لازمی نتیجہ مسلسل پیدا ہونا ہے۔ کرم کا عقیدہ غالباً اس لئے پیدا ہوا تھا کہ خدا کو مادل ثابت کیا جائے

مخلوقات کی عدم مساوات اور بظاہر غیر منصفانہ تقسیم کو جائز اور منصفانہ ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ یہ مان لیا جائے کہ جو مخلوق اس دُنیا میں مصیبت زدہ اور ذلیل ہے۔ وہ ان بد اعمالیوں کی سزائیں ہے جو اُس سے گزشتہ زندگی میں سرزد ہوئے تھے۔ اس سوال کا جواب کہ کارکنانِ قضا و قدر نے کسی کو شاہ، کسی کو گدا، کسی کو تندرست، کسی کو بیمار، کسی کو قبولِ صورت کسی کو کریمہ النظر قبول بنایا، عقیدہ کرم سے مل سکتا ہے۔ یعنی جس کی جو حالت ہے وہ اُس کی گزشتہ زندگی کا نتیجہ ہے۔

بہر حال ان دونوں عقائد کا ہندو سماج، اخلاق، مذہب اور فلسفہ پر گہرا اثر پڑا۔ ان ہی اصولوں کی وجہ سے ذاتیں موروثی ہو گئیں اور ان پر سختی سے قیام کرنا لازمی ہو گیا۔ یعنی کسی ذات میں پیدا ہونا گزشتہ زندگی کی جزایا سزا ہے اس لئے اس کا پابند رہنا ضروری ہے۔ اسی بنیاد پر جالور دیوں سے بھی ہمدردی شروع ہو گئی۔ یہی اصول ادا ئے فرض کے بھی محرک ہوئے اور حق کے لئے جان دینا نہایت آسان ہو گیا۔ اور واقعہ بھی یہی ہو کہ جب یہ یقین ہو کہ آئندہ زندگی موجودہ زندگی سے بہتر ہوگی تو کون ایسا بُزدل ہوگا جو حق کے لئے جان دینے سے گریز کرے۔

کرم کے عقیدے کا خاص طور پر جو برا اثر پڑا وہ یہ ہے کہ بیواؤں کی دوبارہ شادی کو بُرا سمجھا جانے لگا۔ اس لئے کہ بیوہ ہونا بھی گزشتہ زندگی کے اعمال کی سزا سمجھی گئی۔ اور لاکھوں بیواؤں کو مردوں کی زبردستی اور تنگ نظری کی وجہ سے اپنی تلخ اور بے کیف زندگی پر قناعت کرنا پڑی۔ لیکن موجودہ زمانہ میں ایسے مصلحانِ قوم پیدا ہو گئے ہیں جو اس کو بُرا سمجھتے ہیں اور اس کی اصلاح کر رہے ہیں؛ جو زیادہ قرین انصاف و عقل ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو فیصلہ ہواؤں کے لئے کیا جاتا ہے۔ وہ مردوں کے لئے نہیں کیا جاتا۔ یعنی جب کسی مرد کی عورت مر جائے تو اُسے بن بیاہا رہنے پر کیوں نہ مجبور کیا جائے۔

۲۔ ویدانت

اگر آپ ہندو فلسفہ کا بلند ترین تخیل دیکھنا چاہیں۔ تو بلاشبہ فلسفہ ویدانت میں نظر آئے گا۔ گیتا اسی فلسفہ کی تفسیر ہے۔ فلسفہ ویدانت اُدویت یا وحدت وجود کی تعلیم دیتا ہے اسے اترمانس بھی کہتے ہیں اور اس کا بانی ویاس جی کو بتایا جاتا ہے۔ گو یہ نظام فلسفہ عقل پر مبنی ہے۔ لیکن اس کا ماخذ ویدوں کو بتایا جاتا ہے۔ تَتْ تُوْم اُسی یعنی ”تو“ (یا میری روح) اور وہ ”یا (ذات خداوندی) ہے، بہ الفاظ دیگر روح اور خدا ایک ہی ہیں دو نہیں۔ اور محدود روح جب فریب ہستی (مایا) سے نجات حاصل کر لیتی ہو تو وہ خدا (برہم) میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور تناسخ سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔

اس کے مخصوص عقائد یہ ہیں کہ۔ خدا حاکم مطلق اور خالقِ عالم ہے انفرادی روحیں اُسی کل کا ایک جزو ہیں۔ اور اُس سے خارج ہو کر پھر اُسی میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ اور چونکہ روح خدا کا ایک جزو ہے اس لئے غیر محدود، لافانی، صاحبِ شعور اور حقیقی ہے۔ یہ عمل کر سکتی ہے حالانکہ اس کی فطری حالت سکون ہے۔ بخلاف اس کے پُرکرتی (قدرت) غیر حقیقی ہے اور محض دھوکا ہے۔ برہم روح ہے۔ جسے معرفت برہم حاصل ہے وہ خود برہم ہے۔

یہ نظام فلسفہ بخلات دیگر مذاہب فلسفہ ہنود کے مادہ کی ازلیت کا قائل نہیں ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ خدا نے اپنے جوہرے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دوسرے کا قول ہے کہ جتنی چیزیں ہیں سب خدا ہی میں ہیں۔ اور سوائے اس کے کوئی موجود نہیں ہے۔ یعنی اول الذکر کا عقیدہ ”ہمہ از دست“ ہے اور آخر الذکر کا مسلک ”ہمہ ادست“ ہے۔ پہلے عقیدہ کے متعلق برہم (خدا) اور جیو (روح) دو الگ الگ چیزیں ہیں اور جیو کا فرض ہے کہ برہم کی عبادت کرے۔ دوسرے عقیدے کے مطابق جیو آتما اور پرما تما میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی روح انسانی مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ اپنی خدائی اصلیت سے ناواقف ہے اس لئے زمان و مکان میں محدود ہے صرف اسی ہستی ہی کو جان لینا نجات ہے۔

اس فلسفہ کو دیانت کہتے ہیں۔ اس کی بہترین شرح شکر اچاری نے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم ہست ہست نام ہے۔ ہم اپنی کوتاہ فہمی سے اسے ہست سمجھتے ہیں۔ جس نے اپنی ہستی کو جان لیا وہ اس فریب ہستی سے بھوٹ گیا اسی کا نام نجات یا وصال الہی ہے۔ اسی مسئلہ کو حدیث شریف میں مَن عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کہا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (اور تمہارے نفسوں ہی میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے)

عالم نے کیا خوب کہا ہے

ہاں کھا یو مت فریب ہستی

ہر چند کہیں کہ ہے۔ نہیں ہے

اور مولانا فرماتے ہیں

ایں جاں دام است و دانش آرزو
در گریز از دام بائے آرزو

لیکن یہاں وہی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو رام چندر جی نے اپنے استاد
دانشنڈھ سے کیا تھا یعنی جب برہم سے جو جدا نہیں تو جو (روح) نے اپنے
آپ کو خدا سے جدا کیوں تصور کر لیا

۳۔ سانکھ اور یوگ

علاوہ ویرانت کے فلسفہ سانکھ اور یوگ کے اصول بھی گیتا میں بیان
کئے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ترے گُن یا صفات ثلاثہ کا ذکر ہے (یعنی ستو گُن
روشنی۔ رجو گُن۔ جوش، اور لگو گُن تاریکی) جو قدرت کی تین مخصوص صفات ہیں
اور ان صفات سے آٹھ ذہنی صفات ماخوذ ہیں جو اچھی بھی ہیں اور بُری
بھی۔ لیکن گو نظام سانکھ کا بانی کپل شخص خدا کا منکر ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ
قدرت غیر شعوری طور پر عمل کرتی رہتی ہے۔ روح کو اس سے فوائد حاصل
ہوتے رہتے ہیں اور یہ ارتقائے عالم خود بخود جاری ہے تاہم اس میں یہ بتایا
گیا ہے کہ جذبات مسرت و اَلَم قدرت کی غلامی کا نتیجہ ہیں۔ اور روح ان سے
آزاد ہونا چاہتی ہے۔ اور علم کے ذریعہ سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لئے
بھگوت گیتا کے مسنف نے فلسفہ سانکھ کے عمدہ اصولوں "خدا ماصفا" کے
قاعدہ سے لے لیا ہے۔ لیکن پانتجلی (جو یوگ کا بانی، روح عظیم یعنی خدا کا
قائل ہے۔ اور علاوہ مراقبہ کے) جو فلسفہ سانکھ میں بھی ذریعہ نجات ہے
اس کا قول ہے بھگتی یا عشق حقیقی سے بھی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ طریقہ
اُن لوگوں کے لئے بتایا گیا ہے۔ جو علوم و فنون کی بارکیوں سے مایوس ہیں۔

مثلاً کان، مزدور، عورتیں اور شودر وغیرہ پاتھلی نے بالتفصیل اُن جہان اور دماغی ورکشول کا بھی حال لکھا ہے۔ جو اب تک یوگیوں اور صوفیوں کے ایک گروہ میں رائج ہیں۔

غرض کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ گیتا کا فلسفہ ویدانت سمجھ اور یوگ کا پنجرہ ہے اور اس میں سب کی خوبیاں موجود ہیں؛ جو بے لوثی سے عمل کرنے اور عشق الہی کی تعلیم دیتی ہیں۔

۴۔ تصوف اسلام

تصوف اسلام میں توحید کے مختلف مدارج ہیں مثلاً ایمانی، علمی اور حالی توحید الہی اور الہی توحید کی بھی کئی صفتیں ہیں۔ مثلاً وجودی، شہودی اور محققان میں سے وجودی اور شہودی ویدانت کی دو شاخوں سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً وجودی وہ ہیں جو وحدت وجود کے قائل ہیں یعنی توحید ذاتی کو مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنی ذاتیں نظر آتی ہیں۔ وہ سب ایک ہی ہیں۔ سوائے خدا کے کوئی دوسری چیز موجود نہیں ہے۔ صورت میں فرق ہے۔ مگر حقیقت سب کی ایک ہی ہے یعنی ہمہ ادست کے قائل ہیں۔ اس حالت میں سالک کا نور خداوندی نور کے عالم افروز جلوہ میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور شاہد و مشہود کی دوئی اُٹھ جاتی ہے۔ یہ فرق اپنے مسلک کے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتا ہے: "ان اللذین یبایعونک انما یبایعون اللہ" (اے رسول جنھوں نے تیری بیعت کی انھوں نے اللہ کی بیعت کی؛ یا:) (ومارمیت اذ رمیت ولا کنن اللہ رمی) یعنی اے محمدؐ وہ خاک جو تو نے کفار کی طرف پھینکی ہے۔ وہ باوجود پھینکنے کے تو نے انہیں پھینکی بلکہ

اللہ نے بھینسی ہے

دوسرا عقیدہ وحدت شہود کا ہے۔ یہ توحید علمی کا نتیجہ ہے۔ یعنی بندہ یہ یقین کرے کہ موجود حقیقی صرف ذات باری ہے۔ انسان کی آنکھوں سے بعض حجاب دور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ ہے۔ "ہو متعلم ایما کنتم" یعنی قرآن کہتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ چونکہ عشق غالب ہوتا ہے اس لئے ہر جگہ خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ لیکن سالک میں یہ احساس باقی رہتا ہے۔ کہ خدا اور بندہ الگ الگ ہے اسے ہمہ از دست بھی کہتے ہیں اور اسے توحید فنی سے متعلق ہونا بتاتے ہیں۔ یعنی خدا کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے۔ وہ مختار و قادر مطلق ہے اور سب مجبور ہیں۔

۵۔ گیتا اور جنگ

بعض لوگوں کا خیال ہے گیتا میں جو کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ وہ محض تشبیہی حیثیت رکھتی ہے اور حقیقت میں یہ انسان کے اندرونی جذبات کی کش مکش کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تاریخی ارجن او تاریخی کرشن ضرور تھے مگر گیتا میں جس کرشن کا ذکر ہے وہ تاریخی کرشن نہیں بلکہ اُن کے پردہ میں مکمل کرشن کی تصویر کھینچی گئی ہے یعنی گیتا جنگ کی تعلیم نہیں دیتی۔ محمد عزیز اللہ صاحب حسینی نے مسئلہ کے دکن ریلوے میں بھی ایسی کھل ہے کہ "اس سے پہلے بھی ہٹھ یوگ کے مذاق پر ایک شرح لکھی جا چکی ہے جس میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ کوروؤں اور پانڈوؤں میں جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں کوروؤں کا بادشاہ اندھ تھا اور اپنے رتھ بان سے اس نقشہ کو سنتا تھا۔ یہاں بادشاہ سے مراد دل ہے۔ جو حقیقت میں اندھ ہے۔ اور رتھ بان حواس ہیں جن کے

بغیر دل کچھ نہیں کر سکتا۔

غرض کہ اسی قسم کے مفروضات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ انسان کے نیک و بد جذبات کی جنگ کے علاوہ اور کسی جنگ کا تذکرہ گیتا میں نہ سمجھنا چاہیے۔ اور اس اندرونی جنگ میں ہر انسان کو ارجن کی طرح برے جذبات کو قتل کر ڈالنا چاہیے تاکہ کامل سکون اور دھماں الہی حاصل ہو۔

لیکن میری ناپہنچا اسے میں گیتا سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ:-

(۱) مصنف نے مہابھارت کی تاریخی جنگ کو بطور نمونہ کے سامنے رکھا ہے۔ اگر وہ قتل و خون ریزی کو برا سمجھتا۔ اگر ایذا رسانی کو غیر ضروری جانتا اور اگر اس کا مذہب ہندو نہ ہوتا بلکہ بُدھ یا جین مذہب کی طرح جان لینے کو ایذا رسانی سمجھتا، تو ممکن تھا کہ وہ کسی اور چیز کو نمونہ بنانا۔ بلکہ سرے سے مہابھارت ہی کو ناجائز قرار دیتا۔

(۲) دوسری عجیب تر چیز یہ ہے کہ اگر یہ اندرونی جذبات کی کش مکش کا نتیجہ ہوتا تو مصنف کا یہ ظاہر کرنا کہ ارجن اپنے بُرے جذبات کو برا نہیں سمجھتا تھا بلکہ اُنھیں قائم رکھنا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس پر بھی تیار تھا کہ ان بُرائیوں کی پیروی میں ساری زندگی ختم کر دے اور بھیک مانگ کر زندگی بسر کرے۔ کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ بدترین شرابی اور چور بھی شراب اور چوری کو برا سمجھتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ارجن اپنے بُرے جذبات کو اچھا سمجھتا۔ کم از کم یہی کہہ دیتا کہ یہ جذبات بُرے تو ضرور ہیں لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ان پر فتح حاصل کروں۔ لیکن واقعہ یہ نہیں ہے۔ درحقیقت اس کتاب میں اندرونی جذبات کی کش مکش نہیں، بلکہ مولیٰ جنگ دکھائی

گئی ہے اور یہ کتاب تمثیل نہیں ہے۔ بلکہ مباحثات کو نو نہ کے طور پر پیش کرتی ہے اور ہر شخص کو ایسی لڑائی کے لئے دعوت دیتی ہے۔ جو حق کے لئے ہو۔

مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ گیتا میں شروع سے اخیر تک ارجن کو یہ بتایا گیا ہے کہ جنگ کرو۔ اس لئے کہ یہ تمہارا فرض ہے۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو دنیا بھر میں رسوا و ذلیل ہو جاؤ گے۔ ارجن کہتے ہیں کہ بھائی بندوں کو قتل کر کے جو سلطنت حاصل ہوگی اُس سے تو بھیک مانگنا بہتر ہے۔

سری کرشن جی فرماتے ہیں کہ نہ کوئی مارنے والا ہے، نہ مرنے والا ہے جو کچھ کارکنان قضا و قدر نے طے کر دیا ہے وہی ہوگا۔ اور انان مجبور محض ہے جو کچھ خدا کرتا ہے وہی وہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ تو خود اپنی فطرت سے مجبور ہو کر وہی کرے گا، جو ہونے والا ہے۔ آتما نہ مرنی ہے نہ مارتی ہے۔ اس لئے کھڑا ہو۔ اور جنگ کرو۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کے لئے جنگ کرنا نہ صرف اچھی چیز ہے، بلکہ فرض ہے۔ خود فرمائے کہ کچھ ظالم جمع ہو کر ڈکیتی اور قتل کے درپے ہوں۔ عورتوں کو بے آبرو کرنا چاہیں اور دیگر مظالم پر آمادہ ہوں تو ایسی صورت میں ممانعت کرنا نہ صرف مستحسن ہے بلکہ فرض ہے۔ ارجن کو دھوکا دے کر اُس کا حق چھین کر سلطنت اور تاج و تخت سے محروم کر دینا کوئی اچھی بات نہ تھی۔ اسپر طرہ یہ کہ معمولی گزارہ دینے پر بھی کور دیتا نہ تھے۔ لیکن سب سے زیادہ قابِل نفرت اور ذلیل حرکت یہ تھی کہ کورونے درویدی کو برسرِ بارِ ذلیل و رسوا کیسا ایسی صورت میں عزت اور دھرم کی حفاظت کرنا اور غاصبوں سے ملک اور قوم کو نجات دلوانا پانڈوں کا فرض تھا۔ سری کرشن جی نے جو تعلیم دی تھی اسکا

مقصد بھی یہی ہے کہ اگر دھرم کے لئے بے لوث ہو کر شمرہ عمل کی پروا نہ کر کے اپنی ذاتی اغراض کو چھوڑ کر حتیٰ کہ یہ بھی پروا نہ کر کے کہ نفع ہوگی یا محنت سخت لے گا یا تختہ اتنے ایشار اور بے نفسی کے ساتھ جو شخص میدان کارزار میں اپنا فرض انجام دے وہی سچا بہادر دھرمی اور باعزت انسان ہے۔ انھوں نے تو یہ تقسیم تک دی کہ ماں، باپ، بھائی، بند، دوست اور گور و غرضکے عزیز ترین اور قریب ترین ہستیوں کی بھی پروا نہ کی جائے اور ضرورت پڑے تو خود اپنے ہاتھ سے انھیں قتل کر دیا جائے، لیکن حق کو نہ چھوڑا جائے۔ اور ذاتی اغراض سے پاک ہو کے یہ بھی نہ پروا ہو کہ نتیجہ کیا ہوگا اور کیا نہ ہوگا۔

اتنی زبردست اخلاقی تعلیم۔ اتنے بلند اور نفع فلسفہ کو اگر شخص یہ خیال کر کے ترک کر دیا جائے کہ قتال یا جنگ سے ایذا رسانی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قابل قبول نہیں ہے۔ یا اس کی تادیل اس طرح کی جائے کہ گیتا میں صرف ایندرونی جذبات کی کشمکش سرری کوشن اور ارجن کے مکالمہ کے پیرا یہ میں دکھائی گئی ہے۔ تو میری نا چیز رائے میں یہ نتیجہ سراسر عقل اور توازن و سنج کے خلاف ہوگا۔

اس کے بعد ذرا اس پر غور فرمائیے کہ گیتا کے قابل احترام مؤلف نے ہما بھارت کی جنگ کو بطور نصب العین کے اپنے سامنے رکھا ہے۔ وہ اس لڑائی کو جس میں واقعی ایک انسان نے دوسرے انسان کا گلا کاٹا تھا اور جس میں ہزار ہا انسانوں کا خون بہہ گیا تھا۔ اور عورت عام میں بہتوں کو ایذا پہنچی تھی ایسی جنگ کو بطور حیات اور آب و ہوا کے پیش کو نا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ویاس جی اور اس زمانہ کے فلسفی اس قسم کی جنگ کو اچھا

اور اس نمونہ پر عمل کریں۔ اگر ان سب باتوں سے آنکھیں بند کر لی جائیں اور واقعات کو واقعات کی طرح نہ دیکھا جائے تو شاید ممکن ہو کہ ہم جنگ اور حق کی جنگ کو جسے مسلمان "جہاد" اور ہندو دھرم "یوڈھ" کہتے ہیں برا سمجھنے لگیں۔

ایذا یا دکھ کیا ہے؟

اذیت یا دکھ کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دکھ کیا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ دکھ سے افعال و حرکات میں سُستی اور کمی ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے راحت سے ان کی ترقی ہوتی ہے۔ اُس نظر یہ کو نہ مہربان تقدیر نے مانا ہے، بلکہ آج کل کے ماہرین علم نفس بھی اس کے قائل ہیں (دیکھیے فلسفہ جذبات، ریچرڈ صوفہ ۸۲) اور ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ ایذا رسانی کیا ہے مثلاً کسی کا مال چھین لینا، یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا یا کسی کو جھوٹی خبر مرگ سنانا یہ سب ایذا رسانی ہے۔

اس حقیقت سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ بلا وجہ اور بلا ضرورت کسی جاندار کو ایذا پہنچانا انسان کے خلاف ہے۔ اور جو چیز انصاف کے خلاف ہے وہ یقیناً بد اخلاقی سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اخلاقیات کے ماہرین جانتے ہیں کہ کوئی چیز فی نفسہ اچھی یا بُری نہیں ہوتی، بلکہ فاعل کی نیت اور فعل کے نتیجہ پر اس فعل کی اچھائی یا بُرائی کا دار و مدار ہے۔ ہاتھ کاٹنا ایذا رسانی ہے۔ بُرا ہے اور اخلاقاً مذموم ہے یا نہیں۔ اس کا بھی وہی جواب ہو گا جو اس سوال کا ہو گا کہ قتل کرنا بُرا ہے یا نہیں۔

اگر ہاتھ کاٹنے سے کسی مریض کا مرض کم ہو سکتا ہے یا اُس کی جان بچ سکتی ہے تو ڈاکٹر اور تیمار دار اخلاقاً لازم نہیں بشرطیکہ انہوں نے خوش نیتی سے یہ فعل

کیا ہو۔ اسی طرح قتل کرنا یا اور اسی قسم کے افعال جو بظاہر تکلیف پہنچانے والے معلوم ہوتے ہیں۔ قطعی جائز ہیں بشرطیکہ نیک نیتی سے ایسے افعال کئے جائیں ایسی حالت میں گو کسی فرد یا جماعت کو بظاہر اذیت پہنچے گی لیکن اُس میں اُن ہی کا فائدہ ہوگا۔ یا اُن کے جزئی نقصان کے بدلہ میں انسانیت کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ اسی اصول کے ماتحت دُنیا قائم ہے۔ ایک چیز کی فنا دوسری چیز کی بقا بن جاتی ہے۔ جمادات سے نباتات کو، نباتات سے حیوانات کو اس طرح فائدہ پہنچتا ہے کہ ایک چیز بظاہر مٹ جاتی ہے اور دوسری چیز کو زندہ گی بخشی ہے۔ لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ سلسلہ حیات و موات صرف سطحی ہے اور واقعی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز جسے ہم مُردہ سمجھتے ہیں وہ قدرت کے کارخانہ میں ایک خاص حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ اور ہر لمحہ بلند تر زندگی کی طرف جا رہی ہے۔

جب ہم موجودات پر اس حیثیت سے نظر ڈالیں کہ جزئیات کو چھوڑ دیں اور کل ہماری نظریں ہو۔ وحدت کائنات کو پیش نظر رکھیں اور غور کریں تو مٹکھ، ٹکھ، اذیت و راحت، مسرت و الم یہ سب چیزیں عارضی حالتیں، یا گزرنے والی کیفیتیں معلوم ہوں گی اور حقیقی اور اصلی چیز اور آخری جیسٹہ صرف روح رہ جائے گی جو نہ مرنی ہے نہ المتی ہے۔ یعنی جسم کا مرنے کا روح کا مرنے نہیں ہے۔ وہ تو اس ظاہری موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے بھی اگر ہم ایذا رسانی کے مسئلہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ایذا رسانی کوئی چیز نہیں ہے۔ اور ایسی ایذا رسانی جو اخلاقاً ضروری ہو اور جس میں مخلوقات کا بھلا ہو تو وہ ایک سنی سے ایذا رسانی ہی نہیں بلکہ وہ تو راحت رسانی ہوتی۔

لہذا ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ جسے عرف عام میں ایذا رسانی کہتے ہیں۔ وہ بعض اوقات اخلاقی حیثیت سے راحت رسانی ہے۔ اور اس طرح جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے کہ اس طرح کی ایذا رسانی کی جائے لیکن وہ ایذا رسانی جس کی بنیاد ظلم پر ہو یقیناً قابل نفرت و ملامت ہے۔
 البتہ یہ ضروری ہے کہ ایذا کو کم کرنے کے لئے ایک ماہر ڈاکٹر ہی یہ حکم دے سکتا ہے کہ آپریشن کیا جائے۔ ہر کس و نا کس کو اس کا حق نہیں ورنہ ظلم و عدوان شروع ہو جائے گا۔

عدم ایذا رسانی کا نتیجہ

اگر کوئی شخص عدم ایذا رسانی کے یہ معنی سمجھے کہ کسی حالت میں بھی کسی کو ایذا نہ پہنچائی جائے خواہ اس کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو تو ایسی صورت میں اُس میں چند ایسی مذموم صفات پیدا ہو جائیں گی جو قدرت کے خلاف ہیں مثلاً وہ حد سے زیادہ رحم دل ہو جائے گا۔ جو بُز دلی کے درجہ تک اُسے پہنچا دے گی۔ وہ اعمال کو قطعی ترک کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے ہر ایک عمل میں کسی کو سکھ یا کسی کو دکھ پہنچانا ضروری ہے۔ عدم ایذا رسانی کا خیال گو تم بدھ کے زمانہ میں زیادہ ترقی پر تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ بے عملی اور کاہلی تھا۔ غالباً اس بے عملی کو عمل سے اس کون کو حرکت سے، بُز دلی کو بہت سے اور انفرادی اعمال کو اجتماعی اعمال سے تبدیل کرنے کے لئے گیتا کے عمل فلسفہ کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ وہ حالت جو ملک کے نوجوانوں میں ہاتما بدھ کی تعلیم سے نہیں بلکہ اُن کے پیروؤں کی تعلیم سے پیدا ہو گئی تھی آزاد کیا جائے۔
 جنہوں نے عدم ایذا رسانی کو درجہ اعتدال یا درجہ وسط سے گرا کر تقریباً کے درجہ

پر پہنچا دیا تھا۔ اور ملک میں بے عملی اور کاہلی کو ترقی دے دی تھی۔ اور اس میں اس قدر غلو ہو گیا تھا کہ جانور تو کیا، درختوں کی شاخوں کو توڑنا، زمین پر چلنا اور سانس لینا بھی ہنسنا ہو گیا تھا۔ یہ چیز نہ تو قوانین قدرت کے مطابق ہے نہ عامۃ الناس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ عدل و انصاف کے مطابق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گیتا کی تعلیم محبت کی تعلیم ہے اور جو شخص محبت والا دل رکھتا ہے وہ ہرگز کسی کو ایذا پہنچانا پسند نہ کرے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ گیتا کی تعلیم فطری تعلیم ہے۔ جس طرح محبت کا قانون ایک بنیادی اور عالمگیر قانون ہے اُسی طرح یہ بھی ایک عالمگیر قانون ہے کہ ہر جاندار کو اپنی فطرت کے مطابق اور قوانین قدرت کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے اور اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے یہ الفاظ دیگر اعمال و عبادات میں حد سے زیادہ بڑھ جانے کو گیتا نے صاف صاف بڑا کہا ہے۔ مثلاً سترھویں مکالمہ کے پانچویں اور چھٹے اشلوکوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

”جو لوگ سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ جن کی اجازت الہامی کتاب میں نہیں ہے۔ وہ غرور و خودی میں مبتلا ہو کر اپنی خواہشات و جذبات سے مجبور ہیں۔“ (۱/۱۷)

”جو بے عقل ہیں اور اُن عناصر کو ایذا پہنچاتے جن سے جسم مرکب ہے۔ حتیٰ کو مجھ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں جو اُن کے جسم میں جاگزین ہوں ان کو اپنے ارادوں میں شیطانی سمجھ“

۶۔ بھگتی یا عشق حقیقی

گیتا کی تعلیم کا لب لباب کیا ہے۔ اور نجات کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق گیتا نے تین طریقے بتائے ہیں۔ اول یہ کہ اعمال اس طرح کئے جائیں کہ ثمرہ عمل کی خواہش نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ علم کے ذریعہ سے معرفت الہی حاصل کی جائے۔ تیسرے یہ کہ بھگتی یا عشق حقیقی کے ذریعہ سے نجات حاصل کی جائے۔ ان میں سے ہر ایک طریقہ کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہی بہترین طریقہ نجات ہے۔ لیکن خود سری کرشن جی نے عشق حقیقی کو بلند ترین درجہ دیا ہے۔ نویں مکالمہ میں شاہی علم اور شاہی راز کا لوگ بتایا گیا ہے اس میں بھگتی کے نغمہ ہائے شیریں روح کو محبت کے پاکیزہ اور بے لوث بنادینے والے سروں میں جو کر دیتے ہیں۔ محبت ہی ذریعہ نجات ہے۔ اور محبت ہی ایسی چیز ہے جو اس دنیا میں بے لوث خدمت کر سکتی ہے اور آدمی کو انسان بنا سکتی ہے۔ میرے خیال میں عشق حقیقی ہی وہ چیز ہے جس کے لئے گیتا نے مختلف طریقوں سے انسان کو راغب کرنے کی کوشش کی ہے۔ عدم ایذا رسانی کیا ہے محبت کا دوسرا نام ہے۔ معرفت الہی کیا ہے۔ محبت ہی ہو سکتی ہے۔ عمل کرنا لیکن اس طرح کہ ثمرہ عمل کی پروا نہ کی جائے۔ یہ چیز بھی ہوائے محبت کے حاصل نہیں ہو سکتی، خودی، مکیتر اور خود غرضی۔ محبت ہی کی آگ میں جل کر فنا ہو سکتے ہیں اس معنوں کو مندرجہ مشہور اشعار پر نظم کرتا ہوں۔ جو مولانا نے رومی کے سچے جذبات کا نتیجہ ہیں:-

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دو اے نخت و ناموس ما

اے تو افلاطون و جالینوس ما

عاشق صنم خصہ ابا تی بُود عاشق مصنوع آل فلانی بُود

اور حضرت واعظ فرماتے ہیں ۔

در خاطر شان ز خاص و ز عام

یکساں شدہ آفرین و دشنام

چوں نیک و بد از خداے دیدند

باز ہمہ خلق در کشیدند

از قلم صاحب فائن دقہ

جناب حکیم حانظ مولانا محمد الفاضل فیاض مصری

مسلمانوں کی تمدنی خصوصیت ہمیشہ یہی رہی ہے۔ کہ ان کی فاتحانہ ہمت مال و دولت سے زیادہ مفتوح قوموں کے علوم و فنون پر اپنا قیضہ کیا کرتی تھیں۔ خود خلیفہ ثانیؒ کے دن آثارِ اجنبی کا بتوں سے محض اسی لئے معمور تھے کہ اجنبی علوم مسلمانوں میں منتقل ہو جائیں۔ نبوآسیہ باوجود انتہائی عصبیت کے اپنے درباریوں کو اجنبی فضلا سے ہمیشہ مزین رکھتے تھے۔ سپانہ کی علمی ترقیاں اور لامحدود علوم و معارف کی اشاعت اسی طرزِ عمل کی مرہونِ منت تھی۔ بغداد کا دربار اسحاق بن سراقیوں کے سے اجنبی اور غیر مسلم فضلا سے آراستہ تھا اور حکیم جید پاکے اخلاقی حکم، بطلمیوسی ہدیت، افلاطونی الہیات یونانی طب، حکمت کی سرپرستی میں صرف منتقل ہو کر نہیں آئی بلکہ مسلمانوں نے انھیں اتنی زینت بخشی کہ آج وہ بالکل نئے اور جداگانہ اسلامی علوم معلوم ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیت محض عربوں ہی کی فتوحات میں نہ تھی۔ بلکہ اُن جملہ اقوام نے بھی، جو اگرچہ جنگیزی خاندان سے تھیں لیکن اسلام کے سرچشمہ سے سیراب ہو چکی تھیں جب کبھی فتوحات کیں، وہاں کے علوم و فنون اپنی زبان میں منتقل کر لئے، دارالاشکوہ، فیضی اور بہت سے دیگر مسلمان ہندوستان میں بھی اسی علمی ذوق سے بہرہ اندوز تھے۔ ہنستی سے ڈیڑھ سو برس کے موجودہ مسدّد نے ہندوستانیوں کے دماغوں کو اس طرح غلط راستہ پر لگادیا کہ ملتِ مسلمہ کے افراد آج افلاطون الہی کے نام پر تو سر نیاز جھکا دیتے ہیں۔ لیکن ہندو فلسفہ اور

تہ تو ان کی طرف تو جہر ہی نہیں کرتے قاب مباد کہاد میں وہ بوگ جو الحکمۃ ضالہ المؤمن
(حکمت مسلمانوں کی گم شدہ چیز ہے۔ اسے جہاں پاؤ لے لو) پر آج بھی عمل کر رہے ہیں
سیرے دوست فاضل حترجم ان ہی مستقیم ہستیوں میں ہیں، جو اس دور جہالت میں بھی
حقیقی انسانی وسعت قلب کے ساتھ ہر ایک شیریں حجتہ سے اپنی ملت کو سیراب کرنا
چاہتے ہیں۔ فاضل موصوف کا ترجمہ گیتا مع فاضلانہ مقدمہ کے میں نے دیکھا میرے
زدیک جس تجر علمی کے ساتھ اُنھوں نے گیتا پر نظر ڈالی ہے وہ ان کی غیر معمولی
علمی قابلیت کی دلیل ہے۔ مجھ ایسا کم بضاعت آدمی ہرگز اس کی صلاحیت میں
رکھتا کہ وہ اس مقدمہ پر تبصرہ کر سکے۔ بہر کیف حسب استطاعت چند خیالات
گیتا کے متعلق تحریر کرتا ہوں۔

فاضل موصوف نے گیتا کی تاریخی اور فلسفیانہ حیثیت پوری طور پر واضح
کرتے ہوئے تصوف اسلام اور قرآن کی روشنی میں جو اظہار رائے کیا ہے۔ وہ دقیق
خیالات و حقائق پر مبنی ہے۔ متناسخ کے متعلق فاضل موصوف نے جو اشعار شنوی کے
لکھے ہیں۔ ان میں مولانا نے جن ارتقائی عمارت کا تذکرہ کیا ہے ان سے سلوک
کے وہ مختلف مقامات مراد لئے ہیں جن پر سالک کا درجہ وصال تک پہنچنے سے
پہلے گزر ہوتا ہے۔ نفس کی مختلف کیفیات جو ان مقامات پر گزرتے وقت اس پر
طاری ہوتی ہیں، جمادیت۔ حیوانیت اور ملکیت سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ جب یہ
مقامات طے ہو جاتے ہیں تو وصول الی اللہ یا وصال وجود حقیقی کا مرتبہ آتا ہے ،
جس کو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ ”لا قبیلی“ یا ”لا بشروط شیئی“ کا ہے فالین
وحدت الوجود صرف ایک وجود کے قائل ہیں۔ جس کے مختلف حصے مختلف تعینات
سے وابستہ ہو کر احساسات کے سامنے ایک مستقل وجود کی منظرانہ صورت پیدا
کر دیتے ہیں۔ اور مختلف اوصاف سے مزین ہو کر سطحی نظر والوں کے لئے اختلافات

ناظر کا باعث ہوتے ہیں جو آنکھیں حقیقت رس نہیں ہوتیں۔ وہ کسی چیز کو خوشنما اور کسی کو کریمہ المنظر سمجھتی ہیں۔ جب حقیقت مالی تک رسائی ہو جاتی ہے تو سکون اور راحت ابدی حاصل ہو جاتی ہے، جسے جنت الفردوس کہیے یا "نردان" سے تعبیر کیجئے اور یا مولانا کی زبان سے اسے "عدم ارغول" کہیے۔

کمرش جی نے بھی سولہویں مکالمہ میں پہلے صفات خداوندی بیان کی ہیں جو تفرقہ اور تعینات کا مرقبہ ہے۔ اس کے بعد ارجن سے کہا ہے:-

”رنج نہ کر اس لئے کہ تو زردانی صفات کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔“

اس حقیقت کو آلا اِن اَوْ نِبَاءِ اللّٰهِ لَا حُوتٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْجُوْنُ ترجمہ بیشک اللہ کے دوستوں کو خوف و غم نہ کرنا چاہیے، سے تعبیر کیا گیا ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ لَا جِعُوْنَ (ہم اللہ ہی کے ہاں تینا والیں جائیں گے) اسی مرتبہ عدم کو جو کمال انسانی ہے اور جس میں تمام قیود اٹھ جاتی ہیں۔ تعبیر کیا گیا ہے

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں

ہر کجائی نگری اینخنے ساختہ اند

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکیت

بوالفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَقِمْ وَالْجَنَازَاتِ

نافل ترجمہ نئے اوتار کے نظریہ پر بھی مختصر روشنی ڈالی ہے۔ اگر اوتار کسی ایسے شخص کو کہتے ہیں جس میں صفات خداوندی (جن کا تذکرہ مجلا گیتا میں آیا ہے اور تفصیلاً قرآن کی کثیر آیتوں میں مذکور ہے) جلوہ گر ہوں اور وہ تخلقواً اَخْلَاقِ اللّٰہ کا منظر ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ صفات عبدیت کا بھی حامل ہو تو ایسا شخص اسلامی نقطہ نظر سے رسول کہا جائے گا اور اس طرح اوتار اور رسول میں کوئی

فرق نہ سمجھا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو تو وہ اسلامی نقطہ نظر سے رسول نہیں ہو سکتا۔
فاضل مترجم نے ”گیتا اور نجات“ کے عنوان سے جو مختصر اور دلچسپ مقالہ
ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ بالکل فطری اور دین فطرت کے مطابق
ہے۔ صرف تین آیتیں اس سلسلہ کی پیش کرتا ہوں۔

۱۔ عمل :- فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْصِ عُصْيَانًا يَأْتِهِ شَرًّا
(جو ذرا بھی نیکی کرے گا اس کی جزا پائے گا اور جو تھوڑی سی بھی بدی کرے گا
وہ اس کے آگے آئے گی)

۲۔ عرفان :- لَا يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (اہل علم اور
نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے)

۳۔ محبت :- الَّذِينَ آمَنُوا آمَنُوا حُبًّا لِلَّهِ (ایمان والے خدا سے
سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں)

ان مختصر الفاظ کے ساتھ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا بنائے ملت اور اہل وطن کو
سچائی کی تلاش کی توفیق دے۔ اور اچھوں کے اعمال کی پیروی کرنے کا جذبہ
ان کے دلوں میں پیدا کر دے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ
أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

مقدور ہمیں کہتے و صفوں کی تم کا تھا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
 بتے ہیں تمہیں سایہ میں سب شیخ و بہن آباد بھی سے تو ہے گھر دیو حرم کا

بھگوت گیتا چکا نغمہ یزدانی

تو جو کہتا ہے کہ خالق کو تو دکھایا ہی نہیں یہ تو بتا دے کہ تو نے ابھی دکھایا کیا ہے
 اُس کا ہونا نہیں اور تو نہیں کچھ ممکن اور جب کچھ نہیں ممکن تو یہ بگڑا کیا ہے

هُوَ الْكُلُّ

جھکوت گیتا

نَعْمَةُ خَدَا وَدَنِّیْ یَا تَرَانَهُ سَرْمَدِ

پہلا مکالمہ

ارجن وشاد (دکھ)، یوگ یعنی ارجن کا غم ویاس

دھرتی راشٹر نے کہا۔

۱۔ اے سنبھلے مجھے بتاؤ کہ اُس پاک سرزمین میں جسے کورو کھشیر (کورو کا میدان) کہتے ہیں، جنگ کرنے کی خواہش سے جمع ہو کر میرے اور پانڈو کے بیٹے نے کیا کیا؟

سنبھلے نے جواب دیا۔

۲۔ اے دھرتی راشٹر۔ جب راجہ دریودھن نے (اپنے مقابل) پانڈو کی فوج کو صاف آراپا یا تو وہ اپنے گرد (درونا چارج) کے پاس جا کر یوں گویا بیٹے ۳۔ گرو پانڈو کے بیٹوں کی زبردست فوج کو ملاحظہ فرمائیے جسے آپ کے خرمند شاگرد درودپ کے بیٹے نے آراستہ کیا ہے۔

۵۔ اچھی یعنی حکومت رکھنے والا۔ دریودھن کے والد کا نام

۵۲۔ دھرتی راشٹر کا وزیر۔ ایچی اور رتھ بان

- ۴۔ یہ ہنر آزار مشہور تیر انداز ہیں جو بھیم اور ارجن کی طرح جنگ کر سکتے ہیں شہا
یو یو دھان۔ وراثت اور ہمارے (بڑی رتھ والے) دروید۔
- ۵۔ دھرتیکیتو، چیلکتیان اور کاشی کا ہادر راجہ ہے۔ پوجیت، کنتی بھوج
اور آدیوں میں سائنڈ (یعنی قوی) شیلہتہ بھی ہے۔
- ۶۔ مضبوط یو دھاسینو۔ ہادر اتم اور جس (ابھی مینو، سبھدرا۔ اور دروید)
بھی ہیں۔ جو سب کے سب ہمارے تھے ہیں۔
- ۷۔ اے اونچی ذات والوں میں بہترین انان! اب ہماری فوج کے سرداروں
کے نام سنئے، آپ کی اطلاع کے لئے اب میں اپنے لشکر کے افسروں
کے نام گناتا ہوں۔
- ۸۔ آپ خود۔ اور بھیشم اور کرن اور کرپ فاتحان جنگ۔ اشوتھاما۔ وکر
اور سوم دت کے بیٹے۔
- ۹۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سوراہیں جو میرے لئے اپنی جانیں دینے
کے لئے تیار ہیں۔ جو کانوں اور مختلف قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں اور
فنون جنگ میں ماہر ہیں۔
- ۱۰۔ تاہم ہماری فوج ناکافی معلوم ہوتی ہے۔ گو اُس کے سردار بھیشم ہیں اور
اُن کی فوج کافی و قوی معلوم ہوتی ہے چونکہ اُس کے افسر بھیم ہیں۔
- ۱۱۔ (درویدھن نے کہا) لہذا تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے اپنے
دوستوں میں استقلال سے قدم جمائے۔ حتیٰ کہ جتنے افسر ہیں وہ بھیشم کی

حفاظت کریں۔

۱۲۔ تب کہ رول کے بزرگ یعنی پُر عظمت بھیشم نے اُن کے دلوں کو بڑھانے کے لئے بلندی پر کھڑے ہو کر نیر کی گرج کی مانند سنکھ بجایا۔

۱۳۔ پھر تو فضائیں سامعہ تنگات سنکھوں، ڈھولوں، قرناؤں، نیرلیوں اور گھونگھوں کی صدا میں گونجنے لگیں۔

۱۴۔ تب مادھو (سری کرشن) اور پانڈو (ارجن) نے جو اپنے جنگی رتھ میں بیٹھے ہوئے تھے (جس میں سفید گھوڑے بچتے ہوئے تھے) اپنے خدا دندی سنکھوں کو بجایا۔

۱۵۔ ہریشی کیشن نے بیج جنیہ سنکھ بجایا۔ اور دھنن جے نے دیودت رخصا کا بخشا ہوا سنکھ بجایا۔ خوفناک کام کر کے والے بھیم نے پونڈرا نام کا زبردست سنکھ بجایا۔

۱۶۔ اور راجیدھنشر (کنتی کے بیٹے) نے اپنا انت دجے سنکھ بجایا۔ اور نکل اور سہیلو نے اپنا اپنا سوگھوش اور منی لپیکٹ بجایا۔

۱۸۱۶۔ اے دُنیا کے آقا (دھرت راتھ) بڑی کمان والے کاشی راج، ہمارے ٹھکانڈی۔ دھرت ڈیومن۔ دراٹ کے راجا۔ اور ناقابل تسخیر سائیکس، دروپد اور درویدی کے پانچوں بیٹوں نے اور سبھدرا کے بہادر بیٹوں نے اپنے اپنے سنکھ بجائے۔

۱۔ وشنو سینا لیسواں نام یعنی حواس کا حکمران

۲۔ سنکھ پنج جن، دیوک پڑیوں سے بنا تھا۔

۳۔ لغوی معنی دولت کو جمع کرنے والا۔ یعنی ارجن۔

۴۔ لامتناہی فتح۔ ۵۔ نذر تیریں۔ ۶۔ جواہر غنچہ۔

۱۹۔ اس شور و ہنگامہ نے جس سے زمین و آسمان رز نے لگے۔ کوروں کے دلوں کو ہلا دیا۔

۲۰۔ جب سب کورو جنگ کے لئے تیار ہو کر رزم گاہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کی بارش ہونے ہی والی تھی کہ ارجن نے دھنک اٹھالی۔ وہ ارجن جس کے جھنڈے پر بندر کا نشان ہے۔ اور ہریشی کیش دسری کرشن جی سے یوں ہم کلام ہوئے۔

ارجن نے کہا۔

۲۱۔ آقاے عالم۔ اُچھیتا میری رتھ کو دونوں فوجوں کے درمیان میں لے چلئے۔

۲۲۔ تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ جنگ کرنے کے لئے کون کون آیا ہے۔ اور جب جنگ شروع ہو جائے گی تو مجھ سے کون کون لڑے گا۔

۲۳۔ اور میں دیکھ سکوں کہ وہ کون لوگ ہیں جو جنگ کے لئے تیار ہو کر جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ بدھل دھرت راشٹر کے بیٹے کو لڑائی میں خوش کریں۔ سنبھلے۔

۲۴۔ اے بھارت (دھرت راشٹر) جب گڈا کیش نے ہریشی کیش سے یہ کہا تو انہوں نے اس پر شوکت رتھ کو دونوں فوجوں کے درمیان کھڑا کر دیا۔

۲۵۔ (دسری کرشن نے رتھ کو اس طرح کھڑا کیا کہ) رتھ کو بھیشم دروں اور دوسرے سردار اور راجہ دیکھ سکیں۔ اور کہا:۔ ”پار تھ!“ (ارجن ان کوروں کو دیکھ جو جمع ہوئے ہیں۔)

۲۶۔ تب پار تھ نے دیکھا کہ دہاں چچا، دادا، گرو، ماموں، بھائی، بیٹے،

پوتے اور دوست سب جمع ہیں۔

۲۷۔ جن میں خسر بھی ہیں، مربی بھی ہیں جو دونوں فوجوں میں شریک ہیں۔ ان عزیزوں کو اس طرح صفت آرا دیکھ کر کنتی کے بیٹے (دارجن) کا دل رحم سے معمور ہو گیا اور وہ غمگین ہو کر کہنے لگے۔

دارجن نے کہا۔

۲۸۔ اے کرشن! اُن عزیز و اقربا کو دیکھ کر جو صفت آرا ہیں اور جنگ کے مشتاق!

۲۹۔ میرے اعضاء نے جواب دے دیا ہے، میرا منہ خشک ہے۔ میرا جسم لرزتا ہے اور رنجھے کھڑے ہو گئے ہیں۔

۳۰۔ گانڈیو (دارجن کی کمان) میرے ہاتھوں سے چھٹی جاتی ہے۔ میرا بدن جل رہا ہے۔ پاؤں کانپتے ہیں اور سر حکراتا ہے۔

۳۱۔ کیشو۔ میں بُرے شگونوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے اپنے عزیزوں کی خوں ریزی میں کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔

۳۲۔ اے کرشن! نہ تو مجھے فتح کی ضرورت ہے، نہ راج اور سرت کی۔ اے گورند! سلطنت اور سرت تو کیا مجھے زندگی تک کی تمنا نہیں ہے۔

۳۳۔ وہی لوگ جن کے لئے سلطنت لذات و نشاط کی خواہش کرتے ہیں۔ وہی زندگی اور دولت پر لات مار کے جنگ کے لئے تیار ہیں۔

ماذیار ان چشم یاری و اشتیم
خود غلط بود آنچه ما پسنداشتیم
(حافظ)

۳۴۔ استاد، باپ، بیٹے اور دادا، ماموں، خسر، پوتے، سالی، اور

دوسرے اعزاز موجود ہیں۔

۳۵۔ اے مدهو سودن! انھیں قتل کرنے کی خواہش مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں میں خود قتل ہو سکتا ہوں۔ تینوں عالمیوں کی سلطنت کے بدلے بھی یہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ صرف اس دنیا کی سلطنت کے لئے۔

۳۶۔ اے جناروں (فنا کرنے والے!) ہمیں دھرتی راشٹر کو قتل کر کے کیسا خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان جانا زوں کو قتل کرنا گناہ مول لینا ہے۔

۳۷۔ ہاں! ہم ہرگز دھرتی راشٹر کے بیٹوں کو جو ہمارے عزیز ہیں نہ ماریں گے۔ اے مدهو! اپنے خاندان کا خون کر کے ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں۔

۳۸۔ اگرچہ یہ لوگ حرص کے پھندے میں پھنس کر اپنی نسل کو مٹانے کے خطرے کا احساس نہیں کرتے اور نہ یہ دوستوں سے بے وفائی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ ۳۹۔ آخر ہم خود کیوں نہ اس گناہ سے بچیں، حالانکہ ہم اس خطرے سے واقف ہیں جو ایک نسل کے مٹانے میں مضمر ہے۔

۴۰۔ خاندان کے تباہ ہونے سے خاندان کی قدیم روایات (دھرم) بھی تباہ ہو جاتی ہیں اور رسم و رواج کی تباہی سے آئین خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔ ۴۱۔ غیر آئینی (آدھرم) کے باعث۔ اے کیشن۔ خاندان کی خاتونیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اور جب عورتیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اے ورشنے! تو ذاتیں مخلوط ہو جاتی ہیں۔

۴۲۔ خاندان اور قاتلان خاندان کو یہ اختلاط جنم میں لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان مورثوں کو پینڈ پانی اور دوسری نذرین نہیں پہنچتیں۔

۴۳۔ ہندو رواج کے مطابق مرنے کے بعد چاول کے لٹو روحوں کی نذر کئے جاتے ہیں اسے پنڈ کہتے ہیں۔

۴۳۔ خاندان کے قاتلوں کے اُن زشت افعال کی وجہ سے جن سے ذاتیں مخلوط

ہوتی ہیں۔ قدیم ذات کی رسمیں اور خاندانی روایات فنا ہو جاتی ہیں

۴۴۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے اپنے خاندان کی رسموں کو فراموش کر دیا ہے۔

اے جباروں! وہ لوگ ضرور جہنم میں رہیں گے۔ ایسا ہی ہم نے سنا ہے۔

۴۵۔ آہ! ہم ایک پُرعصمت کام کرنے میں مصروف ہیں۔ سلطنت کی ہو اس اور

اس کی مسرتوں کے لئے ہم اپنوں کا خون کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

۴۶۔ دھرت رانٹر کے بیٹے اگر مسلح
ہو کر مجھے اس طرح قتل کر دیں کہ
میں نہتا اور غیر متشدد ہوں، تو
میرے لئے زیادہ اچھا ہو۔

من اذ بازوئے خود دام بے شکر
کہ زور مردم آزاد ہی ندارم

سنجے نے کہا:-

۴۷۔ میدان جنگ میں یہ تقریر کر کے ارجن رتھ کی نشست پر دو ٹوک لشکروں

کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور دھنک بانا اُن کے ہاتھ سے گر گیا، اور

اضطراب دل سے بے چین ہو گئے۔

اوم ت ست

اس طرح نغمہ خداوندی کے اُنشدوں میں علم الہی میں یوگ شاستر

کی بابت شری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں ارجن

کے غم ویاس یوگ نام کا پہلا مکالمہ ختم ہوتا ہے۔

دوسرا مکالمہ

سانکھ یوگ یا ماہیت روح

اس مکالمہ میں کرشن جی نے بتایا کہ اضطراب فضول ہے ازلے فرض کے سامنے کسی چیز کی پرواہ نہ کرو۔ جنگ کرنا پتھری کا دھرم ہے۔ لڑائی سے بھاگنا بدنامی بول لینا ہے۔ جو موت سے بدتر ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ نہک عمل کرے اور شش و پنج میں نہ پڑے بلکہ خواہشات کو فرائض پر قربان کر دے تاکہ ایک سوئی حاصل ہو اور جو شخص دنیوی لذتوں کے فریب سے بچ کر سکین حاصل کر لیتا ہے وہی وصال الہی سے فیضیاب ہوتا ہے۔

سنجے نے کہا۔

۱۔ مدھو پٹن نے ارجن کو اس طرح غمگین و حتم نم دیکھ کر کہا۔

۲۔ ارجن۔ یہ کیسا بے وقت کارنج ہے۔ جو بھلے آدمیوں (بزدگان آریوں) کے لئے نازیبا۔ اور جت کا راستہ بند کرنے والا ہے اور تیری بدنامی کا باعث؟

۳۔ پارتھ اکمزوری کو راہ نہ دو، تم پر یہ زیا نہیں ہے۔ اس پست کمزورہ سنی قلب کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اے پرتپے

ارجن نے کہا:

۴۔ میں بھیشم اور درود پر تیروں سے کس طرح حملہ کر سکتا ہوں۔ یہ لوگ تو قابل پرستش و احترام ہیں۔ اے دشمنوں کے قاتل!

۵۔ مدھو کے قاتل جو ایک دیر تھا۔ اے دشمنوں کو فتح کرنے والا۔

خاطر ان شہ رخ ز بس ناز کیت
نالہ دل بے اثرم آرزوست
(شاہ محمد حسین الہ آبادی)

۵۔ ان فراخ دل اور رحیم بزرگوں
کو قتل کر کے دولت اور خواہش
کی خون آلود مسرت کو حاصل کرنے
سے یہ بد رجھا بہتر ہے کہ بھیک
ہانگ کے ٹھوٹے کھاؤں۔

بے اثری مجھے قبول ایسے اثر کو کیا کروں
اب تو خدا اثر نہ دے، آہ جگر گدازیں
(فانی)

۶۔ دھرت راکش کی وہ فوج ہمارے
مقابل ہے جسے قتل کر کے ہم بھی
زندہ رہنا نہیں چاہتے اور ہم یہ بھی
نہیں جانتے کہ ہمارے لئے یہ بہتر
ہے کہ ہم فاتح ہوں یا ہارے مخالف۔

۷۔ رحم نے میرے دل کو کمزور کر دیا ہے۔ میرا دل فرض شناسی (دھرم) کے متعلق
مشق و تیج میں ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا بہتر ہوگا۔ مجھے
قطعی طور پر بتائیے۔ میں آپ کا جیلا ہوں، آپ سے عاجزانہ التماس ہے کہ
مجھے تعلیم دیجئے۔

۸۔ گو میں بلا شرکت غیرے اس زر خیز دنیا کا مالک ہو جاؤں۔ گو میں فرستوں تک
پر حکراں ہو جاؤں، تاہم میں وہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ جو میرے جو اس سوز
رنج کو کم کر سکے۔

سنجے نے کہا:-
۹۔ دشمنوں کو مغلوب کرنے والے گداز کیش نے جو اس پر قابو رکھنے والے ہرشی
کیش۔ مندرجہ بالا باتیں کہنے کے بعد کہا: میں نہ لڑوں گا، یہ کہا اور خاموش ہو گئے۔
۱۰۔ اے بھارت! ہرشی کیش نے یہ مٹن کر سکتا ہے ہوئے یہ الفاظ الرحمن سے کہے رجو

دونوں لشکروں کے درمیان غزوہ حالت میں تھے۔

مقدس آقانے فرمایا:-

۱۱۔ تو ان چیزوں کے لئے غمزدہ رہے جن کے لئے غم کرنا مناسب نہیں۔ اور عالموں کی کسی باتیں کرتا ہے۔ لیکن عقلمند (یا صاحب عرفان) نہ تو زندوں کے لئے غم کرتے ہیں نہ مردوں کے لئے۔

۱۲۔ میں کبھی عدم موجود نہ تھا نہ تو، نہ گاہے بظلمت ہر درخشاں بودم
یہ راجہ غیر موجود تھے۔ اور نہ ہم گاہے ہوا ذرہ پو یاں بودم
میں کوئی اس کے بعد نہ ہوگا۔ گاہے دل و گاہے تن گد جاں بودم
ہم سب غیر فانی ہیں۔ زیں پس ہماں شوم کہ ہم آں بودم

۱۳۔ جس طرح (موجودہ) جسم میں بچپن، جوانی اور بڑھاپا آتا ہے۔ یا روح پر اثر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے جسم میں منتقل ہوتا ہے عقلمند انسان اس پر رنج نہیں کرتا۔

۱۴۔ اے کنتی کے بیٹے! مادہ کالسٹ جس سے گرمی، سردی، لذت و الم پیدا ہوتے ہیں یہ آنے جانے والی غیر مستقل چیزیں ہیں۔ اے بھارت! انہیں استقلال سے برداشت کرو۔

۱۵۔ نظم کے اس حصہ سے روح کا غیر فانی اور قدیم ہونا معلوم ہوتا ہو۔ فلسفہ ساکھ کا بانی کہیں تھا۔ وہ بھی یہی کہتا ہے کہ روح غیر فانی ہے لیکن یہ خدا کا منکر ہے۔ لیکن دوسرے ساکھ کہ وہ تاراج جس کا بانی پاتنجی ہے اسے یوگ کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کا اقرار کرتا ہے۔ سہ یہ عقیدہ تنازع کے متعلق ہے جو ہندو فلسفہ کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ یعنی مادی جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روحانی جسم روح کے ساتھ باقی رہتا ہے اور یہ مختلف قالب برکتی رہتی ہے حتیٰ کہ نجات یعنی وصال الہی حاصل ہو جائے۔
۱۶۔ یعنی حواس خمسہ کے ذریعہ سے روح پر مادہ کا جو اثر ہوتا ہے۔

۱۰۔ بر شمس کو یہ باتیں کلیتہً نہیں دیتیں جو کہ کچھ میں اپنا تہ ازل (نام رکھتا ہے اور مستقل مزاج رہتا ہے۔ وہی غیر فانی ہوئے کا ستیجی سے

۱۶۔ جو شخص غیر حقیقی ہے۔ (ناوجود) آیت عدم ہی میں بتا رہا ہے بلکہ ہر جو کچھ نام یہ دہا بہا ہے ہر جو کو کچھ کیسا ہے معنی ہنہ افعال دریا سے درجہ درجہ خرق آہیں کے انداز سے واقف ہیں۔

۱۷۔ جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اُس ذات کو لافانی سمجھ کر لی بھی اُس ذات مانتا ہی کو فنا نہیں کر سکتا۔

۱۸۔ یہ جسم جو، وحول کے گھر میں فانی ہیں، روح غیر فانی اور لامتناہی ہے۔ اس لئے اے ارجمند لو۔

۱۹۔ جو اس روح کو فنا کرنے والی سمجھتے ہیں۔ اور وہ جو اس کو فنا ہونے والی سمجھتے ہیں دونوں جاہل ہیں اس لئے کہ یہ روح قتل کرتی ہے۔ اور نہ قتل ہو سکتی ہے۔

۲۰۔ وہ نہ بھی پیدا ہوتی ہے نہ کبھی دیتی ہے نہ وہ عالم وجود میں آکر فنا ہوگی۔ وہ غیر پیدا شدہ ہے۔ دائمی ہے، قدیم ہے اور ازل ہی ہے۔ جسم کے قتل ہونے سے وہ قتل نہیں ہوتی۔

۲۱۔ اے پارتھ! بھلا وہ شخص جو روح کو لافانی، دائمی، غیر پیدا شدہ، اور نہ مرنے والی سمجھتا ہو۔ وہ شخص کسے قتل کر سکتا ہے یا قتل کر سکتا ہے۔

لے یہاں پُل یا فلسفہ یا سنجی کا بیاں ہے۔ یعنی روح حالت اغتراف اور محویت الہی میں دنیاوی چیزوں کو بھول جاتی ہے۔ ۲۔ آتما۔ روح۔

۲۲۔ جس طرح کوئی پُرانا لباس اُتار کر نیا لباس پہنتا ہے۔ اسی طرح جسم میں رہنے والی یعنی روح پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں داخل ہو جاتی ہے۔
 ۲۳۔ نہ ہنسیار اُسے زخمی کر سکتے ہیں، نہ آگ اُسے جلا سکتی ہے نہ پانی اُسے تر کر سکتا ہے نہ ہوائیں اُسے خشک کر سکتی ہیں

۲۴۔ وہ ناقابلِ قطع، نہ جلتے والی، نہ خشک و تر ہونے والی شے ہے۔ وہ دائمی ہے۔ ہر جگہ موجود ہے، مستقل ہے، غیر متحرک ہے۔ اور قدیم ہے۔

۲۵۔ نہ جو اس اُسے محسوس کر سکتے ہیں۔ نہ خیال اُس کا تصور کر سکتا ہے۔ وہ غیر تبدیل ہے۔ لہذا اُسے ایسا سمجھ کر تجھے اُس کے واسطے غم نہ کرنا چاہیے۔

۲۶۔ اور اگر تو سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ (جسم کے ساتھ) پیدا ہوتی اور مرتی ہے۔ تب بھی ترے لئے زیبا نہیں ہے کہ تو اُس کے سے رنج کرے۔ اس پرست سلج
 ۲۷۔ اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ یقیناً مرے گا۔ اور جو مرے گا وہ یقیناً پیدا ہوگا لہذا ترے لئے ایسی چیز پر رنج کرنا فضول ہے جو بچنے کے بس کی بات میں ہے

۲۸۔ ابتدائی حالت میں جملہ ہستیاں غیر مشہود ہوتی ہیں اے بھارت اور درمیانی حالت میں مشہود ظاہر ہوتی ہیں اور آخرت میں وہ بھر غیر مشہود ہو جاتی ہیں۔ اس میں رنج کی کیا بات ہے۔

۲۹۔ کوئی تو اسے (روح کو) عجیب شے سمجھتا ہے کوئی عجیب شے کہتا ہے۔ کوئی سنتا ہے کہ یہ عجیب شے ہے۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اسے شے کہہ سمجھ سکے۔

۳۰۔ اے بھارت! اس جسم کی رہنے والی (روح) ہمیشہ ناقابل فنا ہے لہذا کسی جاندار کے لئے غم نہ کر۔

ترس اہل دہیم فنا ہستی تست
ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رست
من از دم عیسوی شدم زندہ بجاں
مرگ آمد و از وجود من دشت مست (خیام)

۳۱۔ اپنے فرض کو (بحیثیت چھتری کے) نہ نظر رکھ کر بھی تیرے لئے غم نہ کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے کہ چھتر کے لئے مقدس جگہ سے زیادہ تو اب کی کوئی چیز نہیں۔

۳۲۔ اے ارجن! وہ چھتری قابل ہمار کباد میں۔ بھیں بغیر چھتر کے اسی جنگ کا موقع مل جائے۔ اُن کے لئے جنت کا دروازہ کھلا ہو جائے۔

۳۳۔ لیکن اگر تو نے اس جہاد کو جاری نہ کیا تو اپنا فرض (دھرم) اور اپنی عزت و دونوں کو برباد کر کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔

۳۴۔ اُس وقت انسان تیری دوائی بدنامی کا اعلان کر دیں گے۔ اور شریف آدمی کے لئے رسوائی موت سے بدتر ہے۔

۳۵۔ بڑے بڑے جنرل یہ خیال کریں گے کہ تو خوف کی وجہ سے جنگ سے جاگ گیا اور توجہ کہ اُن کی آنکھوں میں معزز تھا اُن کی نظروں سے گر جائے گا۔

۳۶۔ تیرے دشمن تیرے غلط بہت سے خراب الفاظ استعمال کریں گے۔ تیری طاقت کی کم وقتی کریں گے۔ بھلا اُس سے زیادہ تکلیف دہ کیا بات ہو سکتی ہو۔

۳۷۔ مقتول ہو کر تو جنت چل کرے گا۔ فاتح ہو کر تو دنیا کا لطف اٹھائے گا۔ لہذا اے کنتی کے بیٹے! جنگ کے لئے کھڑا ہو جا۔

۳۸۔ رنج و راحت، نفع و نقصان، فتح و شکست سب کو سادی سمجھ کر جنگ کے لئے مکرانہ گناہ سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔

۳۹۔ یہ تعلیم فلسفہ سمجھ کے مطابق ہے۔ اب فلسفہ لوگ کے مطابق سن۔ اس تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد تو عمل کی زنجیروں کو توڑ ڈالے گا۔

گنجائشِ خیالِ عظیم جہاں کہاں
آنکھوں میں جس کے جلوہ حق ہو پایا ہو
بیتاز

۴۰۔ اس (مذہبِ فلسفہ) میں نہ تو کوششیں ضائع ہوتی ہیں اور نہ کوئی نقصان ہوتا ہے۔ اس مقدس علم سے بڑے بڑے خطرے دور ہو جاتے ہیں۔ گو وہ علم تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۴۱۔ اے کوروں کے لئے باعثِ سرت! جس عقل میں استقلال ہے اس میں کیسوی ہے۔ لیکن غیر مستقل۔ یقین والوں کی عقل متعدد اور لاتناہی شبہا رکھتی ہے۔

اسرارِ ازل بادہ پرستیاں دانند
قدرِ منے و جامِ تنگدستیاں دانند
اگر حشمتِ تو حالِ من بماند نہ عجب
شکرِ لیتِ کمالِ مستِ تان دانند
(خیام)

۴۲۔ اے یار تھانا دانِ نہایت زنگینِ تقریریں کرتے ہیں۔ اور صرف ویدوں کے الفاظ میں غور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

۴۳۔ (یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دل شہوات سے پُر ہیں۔ جن کا مقصد بہشت ہے۔ وہ اعمال کی جزائیں (دوبارہ) زندگی کو پیش کرتے ہیں۔ اور سرت و حکومت حاصل کرنے کے لئے مختلف زمیں بتاتے ہیں۔

۴۴۔ اُن لوگوں کے عقائدِ جودلت و نشاط اور قوت کو اپنا مقصد سمجھتے ہیں۔ اور جن کے دل ان الفاظ کی پھیر میں ہیں۔ وہ کسی ارادے پر استقلال سے قائم

نہیں رہ سکتے۔

کہ و طوبیٰ۔ دوا و تمامت یار
فکر۔ کس بقدر بہت دوست
(حافظ)

۴۵۔ دیدول میں تین گنوں (صفات)
کا ذکر ہے۔ تو ان تینوں صفات
سے بالاتر ہو جا۔ ضدین سے آزاد
ہو جا ہمیشہ ستو گن پر قائم رہ۔
مقبوضات کی پروا نہ کر۔ ہمیشہ
روحانیت میں غرق رہ۔

۴۶۔ جس طرح اُس مقام کے لئے جہاں یاروں طرف چشمہ ہی چشمہ ہوں تالاب
غیر ضروری ہے۔ اُسی طرف مارت (برہمن) کے لئے دیدیغی ضروری ہیں
۴۷۔ تیراکام عمل کرنا ہے۔ اس کے ثمرہ سے تجھے کوئی واسطہ نہیں۔ عمل کے ثمرہ
کو اپنا مقصد نہ بنا۔ تا مں جامد وسا کن بھی نہ ہو جا۔

۴۸۔ او، دولت کو محکوم بنانے والے! اپنے اعمال کو بے لوث ہو کر اور لوگ
میں قائم ہو کر انجام دے۔ کامیابی اور کامی میں یکساں رہ۔ اس کو ازل
ہی کا نام لوگ ہے۔

۴۹۔ اے ارجن! عقل مطمئنہ کے مقابلہ میں محض عمل نہایت ہی ناچیز ہے صحت
عقل مطمئنہ ہی میں پناہ لے۔ جو لوگ ثمرہ اعمال کو مقصد بناتے ہیں۔ وہ

۱۰ صفات سداہ یا تین گن یہ ہیں:

(۱) ستو گن۔ یکجانت، سکون، روشنی

(۲) رچو گن، حرکت عمل، جوش۔

(۳) نو گن۔ ظلمت، حماقت۔

۱۱۔ رنج و راحت، بیماری و تندرستی، سردی و گرمی۔

قابل رحم ہیں۔

۵۰۔ جو اس عقل متوازن میں قائم ہو گئے ہیں۔ وہ نیک و بد اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں، لہذا لوگ پر عامل ہو جا، اعمال میں خوبی پیدا کرنے ہی کا نام لوگ ہے

۵۱۔ اس لئے کہ عقلمند، لوگ کی غرہ اعمال کو ترک کر کے اور اسی دنیا میں تناسخ سے نجات پانے فراغت کاملہ حاصل کرتے ہیں۔

۵۲۔ جب تیرا نفس اس دھوکے کے گورکھ دھند سے سے چھوٹ جاتے کہ تب تو اس چیز سے بے پرواہ ہو جائے گا جو سن چکا ہے۔ یا آئندہ سنے گا

۵۳۔ جب تیری بڑھی عقل، جو وہ دلوں میں پریشان ہو سکتا قیام اختیار کرے گی اور وہ اقبہ میں محو ہو جائے گی، تب تو لوگ حاصل کرے گا

غافل تو کہہ نہ سکتے ہیں کچھ دل کی بہرے
خیشہ جو عقل میں ہے میں تو یہی شے

۵۴۔ اے کیتوبا اس شخص کی کیا چیون ہے جس کا دل مطمئن ہو اور رقبہ میں محو ہو۔ مطمئن قلب والے کس طرح بولتے ہیں کس طرح بیٹھتے ہیں اور کیوں کھڑے ہیں۔

مقدس شخص خداوند نے فرمایا

۵۵۔ اے پار تھ! جب کوئی شخص اپنی تمام دلی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے

۱۔ یہ اٹھارہ خلوں ہوتا تھا مانتی کے یہاں روز بروز مالتے ہیں۔

اور روح ہی میں مطمئن رہتا ہے تو اسے مستقیم العقل کہتے ہیں۔

۵۶۔ جو دکھ سے دکھی نہ ہو اور سکھ کی تمنائ نہ رکھتا ہو۔ اور محبت، اخوت، ادب

سے خالی ہو۔ اُسے مطمئن عقل والی انارٹ کہتے ہیں۔

۵۷۔ وہ جس کے چاروں طرف کوئی تعلقات نہ ہوں۔ جو بھلی یا بُری چیز

نہ خوش ہوتا ہو نہ رنجیدہ۔ ایسے شخص کی عقل مطمئن ہوتی ہے۔

۵۸۔ جس طرح کچھ اپنے اعضاء کو سمیٹ لیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اس

حواس کو اشیائے حواس سے بچاتا ہے وہی عقل مطمئن رکھتا ہے۔

۵۹۔ پرہیزگار آدمی۔ اشیاء حواس دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن اُن کا ذائقہ

رہتا ہے۔ خدا کے مشاہدے کے لیے یہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔

۶۰۔ اُسے کنتی کے بیٹے، مطلقہ آدمی کے بھرپور ہوئے احاسات نہایت

تیزی سے اُس کے نفس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

۶۱۔ اُن سب انوائہات، کو ضبط

کر کے اُسے مستغنی ہو جانا چاہیے۔

بس ”مجھے“ اپنا مقصد بنائے۔

اس لئے کہ جس کے حواس خمسہ

تباہ ہیں اسی کی عقل

متوازن ہے

چاک کن جامہ ہستی کہ شود ادب پیدا

تا گریباں نہ در دگر نہ کند لب پیدا

۶۲۔ جب کوئی شخص اشیائے حواس پر غور کرتا ہے تو اُن سے اُس ہو جاتا ہے

اس سے آرزو پیدا ہوتی ہے اور آرزو سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۳۔ غصہ سے غفلت اور غفلت سے ذہن فراموشی اور عقل برباد ہو جاتی ہے

عقل کی بربادی اُس کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

۶۳۔ لیکن وہ جو اشیائے حواس کا مقابلہ ایسے جو اس سے کہتا ہے جو محبت (دوستی) و نفرت (دشمنی) سے پاک ہیں۔ اور جس کا نفس قبضہ میں ہے۔ اور جس کی روح منظم ہے وہ سکون (آرام دل) حاصل کرتا ہے۔

۶۵۔ سکون حاصل ہونے کے بعد سب ڈکھ دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جس کا نفس سکون حاصل کر لیتا ہے۔ اُس کی عقل مستحکم اور متوازن ہو جاتی ہے (ترقی کرتی ہے)۔

اب دل ہے اور فران محبت کی۔ اس میں تشویش زندگانی و فکرِ اجل گنی (حسرت)

۶۶۔ کسی غیر متوازن شخص کے لئے عقل یمن نہیں ہوتی۔ اور نہ غیر متوازن شخص کو توازن حاصل ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو راحت و سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اور جسے راحت و سکون نہیں اُسے مسرت و راحت کہاں؟

۶۷۔ اس لئے کہ جو شخص منتشر جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ وہ اپنی عقل کو برباد کرتا ہے جس طرح کہ ہوا جہاز کو بہالے جاتی ہے۔

۶۸۔ لہذا اے دراز دست قوی بازو! جس کے جو اس مکمل طور پر اُس کے قبضہ میں ہیں اور جس نے اپنے جو اس کو اشیائے حواس سے الگ کر لیا ہے اُسکی عقل خوب متوازن ہے۔

۶۹۔ جو چیز دوسری ہستیوں کے لئے شب ہے وہ ایک متوازن شخص کے لئے بیداری کا وقت ہے اور جس میں

نورِ بود کو عاقل حجاب سمجھے۔
وہ جانتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے۔

۷۰۔ عقل کو لاہر بنانا ہے۔ اس کی روح سکون پاتی ہے اور خدا اور حقیقت کے مراقبہ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ (مقرطہ فیض۔ صفحہ ۷۰)

مارف کے لئے وہ وقت خواب
ہے جو دوسروں کے لئے بیداری
کا وقت ہے۔

- ۴۰۔ یہی شخص سکون حاصل کرتا ہے۔
جس میں جملہ خواہشات اس
طرح سما جاتی ہیں جس طرح سمنڈ
میں دریا سما جاتے ہیں جو باوجود کچھ
پانی سے بھرا ہوا ہے لیکن ساکن
بہتا ہے نہ کہ وہ جو خواہشات کا
خفکا رہے۔
- ۴۱۔ وہ تمام خواہشات کو ترک کر دیتا
ہے اور بغیر حرص و طمع کے آگے
بڑھتا ہے، جو خود غرضی اور تجر
سے خالی ہے وہی آرام دل
سکون حاصل کرتا ہے۔
- ۴۲۔ اے پارتھ کے بیٹے! یہ حالت بہیم (ذاتی اللہ) کہلاتی ہے۔ جو اس حالت پر پہنچ
جاتا ہے۔ اس کی عقل سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اگر حالت نرما میں
بھی یہ حالت میراے تو وہ بہیم میں زردان حاصل کرتا ہو یعنی برہم کو پا لیتا ہے۔

اوم تہ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا دوسرا مکالمہ جسے ساکھ یوگ یا ماسیت روح کہتے
ہیں جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے۔

ہر کہ در خواہست بیداریش بہ
ہست غفلت عین ہشاریش بہ
در طریق عشق بیداری ہاست
با خودی تو یک مجنوں تجو دست
ہر کہ بیدار است اور خواہست
ہست بیداریش از خواہش ستر

الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا
نکچھ فنا کی خبر ہے نہ ہے بقا علوم (احسن)
بس ایک خبری ہو سو وہ بھی کیا علوم (خضر)
یخودی سے بڑھ کے آگے ہے ناکام تہ
رہرورا و نیت آخری منزل میں ہے
(حسرت)

تیسرا مکالمہ

کرم یوگ، یار راہِ عمل

یہ مکالمہ اس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ اگر علم بہتر ہے عمل سے تو مجھے اپنے عزیزوں سے جنگ کرنے کا کیوں حکم دیا جاتا ہے۔ کرشن جی جواب دیتے ہیں کہ علم بہتر ہے لیکن نجات حاصل کرنے کا ذریعہ صرف عمل ہے۔ اسی سے مدد ملتی ہے۔

الحسن نے کہا :-

۱۔ اے جنادی! جب آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ علم عمل سے افضل ہے تو کیوں اے کشیو! مجھے اس ہولناک عمل کا حکم ہوتا ہے؟

۲۔ ان پیچیدہ الفاظ سے آپ نے میری عقل کو پریشان کر دیا ہے۔ مجھے قطعی طور پر بتائیے کہ میں کیا کروں جس سے میرا بھلا ہو۔

جسم آزادی میں چھوٹی تو نے چھوٹی کی طرح خیر جو چاہا کیا، اب یہ تمام کیا کریں؟

مقدس خداوند نے فرمایا :-

۳۔ اے معصومہ! وہ از گناہ شخص اس دنیا میں درہ سے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ سناٹھیوں اور دم پاک دل کے لئے عرفان الہی کا یوگ ہے اور یوگیوں کے لئے عمل کا یوگ (یار راہِ عمل) ہے۔

۴۔ وہ شخص جو عمل نہیں کرتا آزادی (خلاصی) نہیں حاصل کرتا۔ اور نہ وہ درجہ کمال تک صرف ترکِ عمل سے پہنچ سکتا ہے۔

۵۔ نہ کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی مجھوں رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ مجبوراً ہر شخص ان خصلتوں یا صفات (گنوں) کی وجہ سے جو قدرت سے پیدا ہوتی ہیں عمل کی طرف بے اختیار جاتا ہے۔

۶۔ جو شخص اپنے حواس کو ضبط کرتا ہے
 ہے لیکن اپنے دل میں اشیائے
 حواس کو جگہ دیتا ہے اس گمراہ
 کو ریاکار کہتے ہیں۔

۷۔ لیکن وہ جو حواس کو اپنے قبضہ میں رکھ کر اعضائے عمل سے عملی یوگ کرتا ہے اور اپنا تعلق کسی سے نہیں رکھتا، وہ افضل ہے۔

۸۔ لہذا تو عمل صالح کر۔ کیونکہ عمل
 بہتر ہے ترک عمل سے۔ اور بغیر
 عمل کے جسم تک کو زندہ رکھنا
 ناممکن ہے۔

۹۔ دنیا عمل کی زنجیروں میں بندھی
 ہوئی ہے سوائے اس عمل کے
 جو قربانی کے لئے کیا جاتا ہے
 کفایت کے بیٹے قربانی کے لئے
 عمل کر۔ مگر بے نیاز ہو کر۔

۱۰۔ جب خالق اعظم نے مخلوق کو قربانی
 کے ساتھ پیدا کیا تو اس نے

کہا۔ اسی سے تمہاری نسل پڑھے گی
اور جو چاہو گے ہو جائے گا۔

۱۱۔ اسی قربانی سے دیوتاؤں کی خدمت کرو اور دیوتا تمہاری خدمت کریں۔
اور ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہوئے تم خیر اعظم حاصل کرو گے۔

۱۲۔ دیوتا قربانی سے پرورش پا کر تمہیں حسب خواہش خوراک دیں گے۔ وہ
شخص جو رہے جو ان چیزوں کو کھا تو لیتا ہے (جو اُسے دی جاتی ہیں) بگ
نذر کے طور پر انہیں واپس نہیں کرتا۔

۱۳۔ جو صالح شخص قربانی کا پس ماندہ کھاتا ہے۔ سب کتا ہوں سے نجات پاتا
ہے۔ لیکن وہ بکار جو صرف اپنے لئے خوراک تیار کرتے ہیں وہ غذائے
معصیت کھاتے ہیں۔

۱۴۔ خوراک سے جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ بارش سے خوراک پیدا ہوتی ہے
قربانی سے بارش ہوتی ہے۔ اور قربانی عمل سے ہوتی ہے۔

۱۵۔ جان لے کہ عمل بڑھتم (قدرت) سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑھتم (قدرت)
کا وجود لافانی خالق سے ہے۔ لہذا اذلی اور عالمگیر ہستی (برہما) ہمیشہ قربانی
میں موجود ہے۔

۱۶۔ اس دنیا میں جو شخص اس دور سلسل کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ معصیت میں
زندہ رہ کر اپنی شہوات کو پورا کرتا ہے اور بے فائدہ زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۷۔ لیکن وہ جو اپنے نفس میں سرور اور اپنی روح سے خوش ہے۔ اور اپنی
ذات پر قناعت کئے ہوئے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اُسے کچھ کرنا نہیں ہے۔

۱۸۔ اس لئے کہ ایسے شخص کو ایسی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اُس نے
کیا کام کیا اور کیا نہیں کیا۔ نہ اُس کی کوئی غرض کسی جاندار سے ہے۔

۱۱۔ ہذا بے لگاؤ ہو کر ہمیشہ ہمیں اس کے کرتا رہا۔ یہی فرقت ہے۔ اس لئے کہ بغیر کتابہ کے عمل کرنا ہی در پیکر پہنچاتا ہے۔

۲۔ حنا۔ اور دوسرے لوگوں نے علی کے ذریعہ سے کمال حاصل کیا۔ ہذا اصول نیک نامی کے خیال سے بھی تجھے عمل نیک یا روٹن کو کاہل اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ جو دے آدمی کہنے میں اسی کی تقلید دوسرے کو بھی کرتے ہیں۔ جو مبارک دہ مقرر کرتے ہیں۔ عوام اسی پر عمل کرتے ہیں۔

۴۔ اسے اس میں اس سے لئے بنوں عانوں میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں دروں۔ نہ کوئی ایسی غیر حاصل شدہ چیز ہے جسے میں حاصل کرنا چاہوں پھر بھی میں عمل میں مشغول ہوں۔

۵۔ اس لئے کہ میں ہمیشہ انتھک طریقہ پر مصروف عمل نہ رہوں تو عوام میری پیروی نہ کریں گے۔ اسے پتھا کے فرزند!

۶۔ یہ دنیا میں تباہی میں ڈوب جائیں، اگر میں عمل نہ کر دوں تو میں (ذاتوں) میں خلاط کی بنیاد ڈالوں۔ اور میں اس نسل انسانی کے شانے کا باعث

ہو جاؤں۔

۷۔ اسے بھارت جس طرح انجان انسان پینساوٹ میں پڑ کر کام کرتے ہیں

اسی طرح عارت (مرد) انا بے لوث ہو کر عمل کرتے ہیں تاکہ دنیا کا جلا ہو

۲۶۔ کسی عقلمند آدمی کو یہ نہ پتا ہے کہ کیم انتابن علی قذیر عقول نہیہ

وہ انجان لوگوں کے دلوں کو جو (انسان سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کر)

۸۔ بندہ نہ توں کے نزدیک ذاتوں کا خلاط سب سے بڑا گناہ ہے۔ مگر یہاں غائب ہے

مے جو انتشار پیدا ہوگا اس سے مراد معلوم ہوتی ہے۔

عمل سے محبت رکھتے ہیں پریشان
 کرے۔ لیکن اس کو چاہیے کہ انکے
 ساتھ عمل کہ کئے اعمال کو خوشنما
 بنائے۔

پندے و تمنہ اگر بمن : ارمی گوش
 از بہر خدا جامہ تزدیر پوشش
 سنبی ہمہ روزہ است دنیا بچہ دم
 از بہر دے ملک ابدانہ فردش (سیام)

۲۷۔ بتنے اعمال میں سب قدرت کی صفات سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن نفس
 خودی سے دھوکا کھا کر یہ سمجھتا ہے کہ ”کرنے والا میں ہوں۔“

۲۸۔ لیکن اے مسلح شخص! وہ جو جو اس کی حقیقت سے واقف ہے۔ اور جو
 یہ سمجھتا ہے کہ جو اس اپنے اپنے افعال کرتی رہتی ہیں۔ وہ تعلقات میں نہیں
 پھنستا وہی شخص بے لوث ہے۔

۲۹۔ مادے کی صفات سے دھوکا کھا کر جو لوگ ان صفات کے اعمال سے محبت
 یا آمیزش رکھتے ہیں مکمل علم والے انسان کو چاہیے کہ ان نادانوں نے علم کو
 پریشان نہ کرے جو علم میں نامکمل ہیں

۳۰۔ جملہ اعمال کو مجھ پر چھوڑ کر تو اپنے خیال کو نفس اعظم (یعنی ذات برحق) پر
 جمادے علائق دنیوی اور خودی سے آزاد ہو جا۔ اس ذہنی بنجارے نجات
 پا کر جنگ کر۔

۳۱۔ جو لوگ میری اس تعلیم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جن کے دل ایمان و یقین سے

معمور اور شہادت سے پاک ہیں وہ بھی کرم (عمل) سے نجات پائیں گے۔

۳۲۔ جو لوگ میری تعلیم کو سنتے ہیں۔ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ مد ہوش
 ہیں۔ اور علم میں دھوکا کھا رہے ہیں۔ انھیں تباہ سمجھو۔

۳۳۔ مرد وانا عالم بھی اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سب جاندار اپنی فطرت
 طبعیت، کی پیروی کرتے ہیں۔ اس سے باز رہنے سے کیا فائدہ؟

۳۴۔ ایشیائے حواس سے محبت یا نفرت حواس ہی میں موجود ہے۔ خبردار کوئی ان کے تابو میں دھسے۔ یہ راستے گمراہ کنے والی چیزیں ہیں۔

۳۵۔ بہتر یہی ہے کہ انسان اپنا فرض انجام دے، خواہ وہ قابلِ تعریف نہ ہو۔ بمقابلہ اس کے کہ کسی دوسرے شخص کا فرض انجام دے خواہ وہ کتنی ہی خوبصورتی سے ادا کیا جائے۔ اپنے فرض کی ادائیگی میں موت بدرجہا بہتر ہے۔ دوسرے کا فرض خطرے سے بھرا ہوا ہے۔

ارجن نے کہا:-
۳۶۔ لیکن ایک دانشمند وہ کیا شے ہے جو انسان کو براگینہ کر کے اپنی مرضی کے خلاف گناہ کراتی ہے گویا کہ کوئی طاقت اُسے مجبور کر رہی ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

<p>خشم و تہوت مرد را چون کند استقامت مرد را ببدل کند (دنی)</p> <p>من بادہ غورم و لیکستی بحکم الابقدح دراز دستی بحکم (خاتم)</p> <p>دانی غرضم زئے پرستی چه بود تا بچو تو خویشتن پرستی بحکم</p>	<p>۳۷۔ یہ شہوت ہے۔ یہ خشم ہے جو حرکت ارجون کی صفت سے پیدا ہوتا ہے۔ سب کو جلانے والا ہو سب کو ناپاک کرتا ہے۔ اسی کو دنیا میں اپنا دشمن سمجھ۔</p>
--	---

۳۸۔ فرض ترجمہ ہے دھرم کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص جس ذات سے متعلق ہے۔ اس کو دلیا ہی کرنا چاہیے۔ دوسرے کا فرض یا دوسری ذات کا کام بہتر نہیں ہے۔ چونکہ ہر ذات کا کام علیحدہ علیحدہ ہے یہاں ارجون کو سمجھایا گیا ہے کہ تو چھتری ہے۔ اور تیرا دھرم جنگ کرنا ہے یعنی جو شخص سپاہی ہے۔ اُسے میدان جنگ میں جونل کے حکم پر عمل کر کے لڑنا زیادہ بہتر ہے بلنبت اس کے کہ وہ جو کام میں اپنی رائے کو دخل دے۔

۳۸۔ جس طرح شعلہ دھوئیں میں خشک گروں میں یا بچہ رحم مادر میں پوشیدہ رہتا ہے۔ اسی طرح یہ روح اُس سے لپٹی ہوئی ہے۔

۳۹۔ عارفوں کی عقل و شہوت و حرص ہے جس میں عرفان چھپ جاتا ہے یہ خواہش اس شعلہ کی طرح ہے جو کبھی بجھ نہیں سکتا۔

۴۰۔ جو اس غمہ نفس اور عقل اس کے مقامات ہیں عقل کو چھپا کر یہ جسم کے باشندے روح کو حیران و پریشان کر دیتی ہے۔

۴۱۔ لہذا۔ اے بھارتوں کے برگزیدہ! اپنے حواس کو قبضہ میں لا۔ اس کے بعد اس ناپاک غمہ کو ہلاک کر دے جو عقل و عرفان کو تباہ کرتی ہے۔

۴۲۔ کہتے ہیں کہ حواس بہت لطیف

ہیں۔ ان سے بھی لطیف نفس

ہے۔ نفس سے زیادہ لطیف

عقل ہے لیکن جو ذات عقل سے

بھی زیادہ لطیف ہے وہ آتما

(وہ ذات) ہے۔

اے غنی ذات تو از اقرار و از انکار ما

بے نیاز از ما و از پیدائی و انہاء ما (نیاز)

خارج از عقل قیاس و فہم جملہ خاص و عام

دور از حد یحد باشد حیطہ ادکار ما

۴۳۔ اس طرح ”اس ذات“ کو عقل سے بزرگ تو سمجھ کر اور اپنے نفس پر یقین سے قابو حاصل کر کے۔ اے زبردست انسان! اُس دشمن کو قتل کر جسے شہوت (حرص) کہتے ہیں جس پر غالب آنا بہت مشکل ہے۔

ادم ت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے غمہ خداوندی کا تیسرا مکالمہ کرم یوگ یا راہ عمل۔ جو سری کرشن اور راجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے



چوتھا مکالمہ

گیان کرم سنیا سونے گی اعارانہ ترک عمل

اس مکالمہ میں جس فلسفہ کی تعلیم ہے اُس کی تعلیم کرشن جی نے وِدیو سوت کو دی تھی۔ ارجن نے تعجب سے پوچھا اُس وقت آپ کہاں پیدا ہوئے تھے۔ کرشن جی نے جواب دیا کہ دنیا میں جب کبھی ظلم و طغیان بڑھ جاتا ہے تو میں (یعنی خدائی طاقت، حق کی حفاظت کے لئے ظاہر ہوتا ہوں اور گناہ کو مٹا کے اخلاقی توازن قائم کر دیتا ہوں۔ یہاں ذاتوں کا بھی بیان ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو خدا تک پہنچنے کا مساوی حق ہے۔

مقدس آقائے فرمایا۔

۱۔ یہ غیر فانی لوگ میں نے وِدیو سوان (سورج) کو بتایا۔ اُنھوں نے منہ۔ اور منہ نے اکھشوا کو کو سکھایا۔

۲۔ اسے سلسلہ بہ سلسلہ راج ریشیوں نے جانا۔ لیکن اسے پرنتپ! زمانہ گزرنے کی وجہ سے اس دُنیا میں (علم) تنزل پذیر ہو گیا ہے۔

۳۔ اس قدیم لوگ کو آج میں تجھے بتاتا ہوں چونکہ تو میرا بھگت اور دوست ہے۔ یہ لوگ سب سے بڑا راز ہے۔

ارجن نے کہا:-

۴۔ آپ تو بعد میں پیدا ہوئے۔ وِدیو سوان آپ سے بہت پہلے پیدا ہو چکا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کس طرح پہلے اس کی تعلیم دی۔
مقدس خدادند نے فرمایا۔

۵۔ اے ارحمن! تیرے اور میرے بے شمار جنم گزر چکے ہیں۔ میں اُن سب کو جانتا ہوں، لیکن تو نہیں جانتا۔

۶۔ اگرچہ میں نہ پیدا ہونے والا، نہ فنا ہونے والا جو ہر اور سب مخلوقات کا مالک ہوں، تاہم میں اپنی فطرت کے سہارے اپنی قدرت سے دُنیا میں جنم لیتا رہتا ہوں۔

۷۔ اے بھارت! جب کبھی دھرم کمزور ہو جاتا ہے۔ ادا و دھرم ترقی پر ہوتا ہے تو میں خود جنم لے لیتا ہوں۔ (ادوار دھارن کرتا ہوں)

۸۔ نیکیوں کی حفاظت اور بدوں کی ترویج کُننی کے لئے نیز شکی (دھرم) کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے میں ہر زمانہ میں اپنا ظہور کرتا رہتا ہوں۔

۹۔ وہ جو اس طرح میری خدائی آفرینش اور کرم (عمل) سے آگاہ ہے۔ اور اس راز کو جانتا ہے۔ وہ جب جسم کو چھوڑتا ہے تو دوبارہ جنم نہیں لیتا بلکہ اُسے

ارحمن وہ میرے پاس چلا آتا ہے (یعنی آواگون سے چھوٹ جاتا ہے)۔
۱۰۔ شہوت، خوف اور خشم سے آزاد ہو کر۔ میرے ہی خیال میں محو ہو کر مجھ میں پناہ لے کر عرفان کی ریاضت کے ذریعہ سے پاک ہو کر بہت سے آدمی میری ہستی میں داخل ہو گئے ہیں۔

۱۱۔ اے پارستھ! جس طرح لوگ میرا
سہارا لیتے ہیں اسی طرح میں
اُن کو جزا دیتا ہوں۔ اس لئے
کہ جو بھی راستہ وہ اختیار کرتے
ہیں وہ مجھ تک پہنچتا ہے۔

۱۲۔ جو لوگ اس دنیا میں ثمرہ عمل چاہتے ہیں وہ دیوتاؤں (فرشتوں) کی پرستش

کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس عالم انسانی میں یقیناً اثرِ عمل جلد حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ صفات و اعمالِ اکرّم، اکی تقسیم کے مطابق میں نے چار قسم کے انسان پیدا کئے ہیں۔ ان کا پیدا کرنے والا ہونے پر بھی تو مجھے بے نہایت اور غیر پسیدا کنندہ سمجھ۔

نوٹ :- اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذاتیں موردِ فی نہ تھیں۔

۱۴۔ نہ مجھ پر اعمالِ اکرّم اثر کرتے ہیں۔ اور نہ مجھے خمرہٴ عملِ اکرّم پھل، اکی خواہش ہے جو مجھے اس طرح جانتا ہے۔ وہ عملِ اکرّم میں نہیں پھنستا (یا محض دہتا)۔
۱۵۔ یہ جان کر ہمارے آبا و اجداد نے نجات کی طلب میں ہمیشہ عمل کیا۔ لہذا تو کبھی عمل کر جس طرح زمانہٴ قدیم میں ہمارے آبا و اجداد نے عملِ اکرّم کیا ہے۔

۱۶۔ کرم (عمل) کیا ہے۔ اکرّم (بے عملی) کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں عقلمند بھی چکے ہیں۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کا عمل سکھاتا ہوں جس کے علم سے قہری سے نجات پائے گا۔

۱۷۔ عمل کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ اور نہایت اور عدم عمل کو بھی سمجھ لینا چاہیئے اعمال کا راستہ نہایت پر پیچ و خم ہے۔

۱۸۔ جو شخص عمل میں عدم عمل اور عدم عمل میں عمل سمجھتا ہے۔ وہ انسانوں میں دانشمند ہے۔ وہ متوازن ہو گی ہے۔ باوجودیکہ ہر ایک عمل انجام دے رہا ہے۔

۱۹۔ عقل مندوں نے صوفی و دانائے بتایا ہے جس کے اعمال تکبر سے پاک ہیں۔ اور جس کے اعمال عقل کی آگ میں جل چکے ہیں۔

۲۰۔ ثمرہ عمل کی محبت کو چھوڑ کر ہمیشہ قانع رہ کر وہ کہیں پناہ نہیں لیتا وہ باوجود بیکہ اعمال کر رہا ہے۔ لیکن کچھ بھی نہیں کرتا۔

۲۱۔ جو امید نہیں کرتا، جو خودی کو قابو میں لاکر۔ طمع کو چھوڑ کر صرف جسم سے عمل کرتا ہے۔ وہ عمل کرتے ہوئے بھی اُس کے اثرات سے بری ہے۔

۲۲۔ وہ جو اُس چیز پر قناعت کرتا ہے جو بغیر کوشش کے حاصل ہو جاتی ہو جو ضدِ حق سے آزاد ہے اور حد نہیں کرتا، جو شکست و فتح میں یکساں رہتا ہے۔ وہ اگرچہ عمل کرتا ہے لیکن اُس میں پھلتا نہیں ہے۔

۲۳۔ جو تعلقات کو توڑ کر ہر حال میں، یکساں رہتا ہے۔ جس کے خیالات معرفت کی بنا پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اُس کے افعال قربانیاں اور جملہ عمل اکرم، مطہر جاتے ہیں۔

۲۴۔ برہم صدقہ ہے۔ برہم قربانی کا بھی ہے۔ برہم ہی آگ ہے۔ اور ہونے کرنے والا بھی برہم ہے جو شخص اپنے کام میں برہم کا دھیان رکھتا ہو وہ برہم ہی میں داخل ہوگا۔

۱۵۔ ثمرہ عمل کی پردہ دکرنا۔ اور عمل نہ کرنا گویا ایک ہی چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص کرم کی زنجیروں سے چھوٹ جاتا ہے اور اپنے اعمال کی جزایاں مزایاں بھر پور نہیں ہوتا یعنی تناسخ سے نجات پاتا ہے۔

۱۵۔ رنج، بربادیت، سکون و اضطراب، شکست و فتح وغیرہ۔

کسے مرد تمام است و تمامی
کند با خواجگی کار غلامی

کچھ یوگی دیوا دل کے لئے قربانیاں
کرتے ہیں۔ اور کچھ پرستار ایسے
ہیں جو صرف بہم کی آگ میں قربانی
پیش کرتے ہیں۔

۲۶۔ کچھ ایسے ہیں جو قوت سامعہ اور دوسرے حواس کو ضبط نفس کی آگ میں
قربان کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اشیا سے حواس اور آواز (الفاظ
وغیرہ) کو حواس کی آگ میں قربان کرتے ہیں۔

کائنیکہ یزداں پرست۔ حتی کنند
ہو آواز و آلاب مستی کنند

۲۷۔ بعض ایسے ہیں جو دل کی آگ
میں جسے عقل نے روشن کیا ہے اور
جو ضبط نفس سے حاصل ہوئی ہے
اپنے جملہ حواس کے افعال اور
مظاہر حیات کو بطور قربانی کے
(اس آگ) کی نذر کرتے ہیں۔

۲۸۔ بعض دولت، ریاضت اور لوگ کی قربانی کرتے ہیں اور بعض خاموش
مطالعہ اور عقل کی قربانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ سنجیدہ اور عہد کے پختے ہیں۔
۲۹۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو باہر جانے والی سانس کو اندر آنے والی سانس میں
بطور قربانی کے ڈالتے ہیں۔ اور اندر والی کو باہر والی میں۔ اور آلے جانے
والی سانسوں کو ضبط کر کے بالکل ضبط انفاس (جس دم میں محو ہو جاتے ہیں

سے پڑنا یا م یا سانس کو رد کن جو اہل تصوف کے نزدیک ریاضت کے ذریعہ
سے عرفان کا ایک طریقہ ہے۔

۲۰۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو غذا میں اوقات کے پابند نہیں۔ یہ لوگ کھانے کے طور پر اپنے انفاس حیات کو انفاس حیات میں داخل کرتے ہیں۔ یہ لوگ جان قربانی ہیں۔ جس کے ذریعہ سے گناہوں کو فنا کرتے ہیں۔

۳۱۔ قربانی کے پیمانہ کو ہی اپنی غذا بنانے کے واسطے جو خاں آب حیات کے ہے نہ بدلنے والی ابدی ہستی (برہم) تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ دنیا ایسے شخص کے لئے نہیں جو قربانی نہ کرے۔ چہ جائیکہ عالم بالا۔ اے کوردوں کے برگزیدہ انسان۔

۳۲۔ اس طرح کی کئی قسم کی قربانیاں ویدوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ جان لے کر یہ سب چیزیں کرم (عمل) سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس طرح علم حاصل کر کے نجات حاصل کرے گا۔

۳۳۔ اے ارجن! عقل یعنی معرفت کو گار کی قربانی اشیائے جو اس کی قربانی سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ مکمل طور پر جملہ اعمال آخر کار اس میں آکر محو ہو جاتے ہیں۔

۳۴۔ استاد کے قدموں میں بیٹھ کر تحقیقات خدمت اور مجھ سے اس علم کو حاصل کر۔ تب وہ دانشمند اور صاحب عرفان تجھے عرفان کی تعلیم دیں گے۔

۲۵۔ اے پانڈو! یہ جاننے کے بعد بھر تجھے حیرانی نہ ہوگی۔ چونکہ اس علم کے ذریعہ سے تو جملہ مخلوق کو دینا استنہا اپنے نفس میں دیکھے گا۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه
 جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا

اور اس طریقہ سے مجھ میں
دیئے گا۔

۳۶۔ اگر تو سب گناہگاروں سے بڑا گناہگار ہو۔ تب بھی تو تمام گناہوں
سے معرفت کی کشتی سے عبور کر لے گا۔

۳۷۔ جہاں طرح جلتی ہوئی آگ ایندھن کو راکھ میں تبدیل کر دیتی ہے اسی
طرح اے ارجن! آتش معرفت جملہ اعمال کو خاکستر بنا دیتی ہے۔

۳۸۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دنیا
میں معرفت (عقل) کی مانند
کوئی پاک کرنے والی چیز
نہیں ہے۔ اور جو شخص لوگ
میں مکمل ہے۔ وہ عرفان کو
مناسب وقت پر اپنے اندر
پالتا ہے۔

خاتم ملک سلیمان است علم
جملہ عالم صورت جہاں است علم
(مثنوی)

۳۹۔ جس کا ایمان مکمل ہے۔ وہ معرفت حاصل کرتا ہے اور وہ بھی جو اپنے
حواس پر قابو رکھتا ہے اور صاحب عرفان ہونے کے بعد وہ تیزی کے
ساتھ سکون کامل میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۰۔ لیکن ایمان اور عقیدہ شخص شک میں مبتلا ہو کر تباہی کی طرف جاتا ہے
شک کوئے والے کے لئے نہ تو یہ دنیا ہے نہ آخرت۔ اور نہ سرت (رحمت)

۴۱۔ جس شخص نے اعمال کو لوگ کے ذریعہ سے چھوڑ دیا ہے جس نے معرفت
کے ذریعہ سے شک کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ جس کی نفس پر
حکومت ہے اسے آٹھ سال اپنا نہیں سکتے۔ اے دھنن بجے۔

۴۲۔ لہذا۔ اے بھارت! جہالت سے پیدا ہونے والے شکوک کو اپنی
روحانی معرفت کی تلوار سے کاٹ۔ جو تیرے دل میں جاگزیں ہیں
یوگ میں قائم رہ اور کھڑا ہو۔

اوم تت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا چوتھا مکالمہ گیان کرمنیاس
یوگ یا عارفانہ ترک عمل جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے
سلسلہ میں علم الہی ہے۔



پانچواں مکالمہ

کرم سنیاں یوگ یا ترک عمل

اس مکالمہ میں کرشن جی کہتے ہیں۔ کرم یوگ اور سنیاں دونوں راستے ایک ہی مقصود کے لئے ہیں۔ لیکن کرم یوگ کا راستہ بہتر ہے۔ کرم سنیاں ثمرہ اعمال کے ترک کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن کرم یوگ میں ثمرہ اعمال یا نتائج کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی۔ جو لوگ راضی بہ رضا یا متوکل رہتے ہیں وہی نجات یا فراغت کا ملکہ حاصل کرتے ہیں۔

ارجن نے کہا:-

۱۔ (مے کرشن! آپ ترک اعمال کی بھی تعریف کرتے ہیں اور ایسے اعمال کی بھی تعریف کرتے ہیں جو یوگ کے ذریعہ سے کئے جائیں۔ مجھے قطعی اور حتمی طور پر بتائیے کہ دونوں میں کون بہتر ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

(ساتھ حصہ)

۲۔ ”ترک عمل“ اور ”عمل بدھریہ“
 یوگ: دونوں سے مکمل خلاصی
 نجات حاصل ہوتی ہے۔ دونوں
 میں ”ترک عمل“ سے ”عمل“ بہتر
 ہے، جو یوگ کے ذریعہ سے
 کیا جائے۔

۳۔ اے ارجن! جو شخص نفرت کرتا ہے نہ محبت، جو خدین سے آزاد ہے، اُسے دائمی منیاسی (تارک اعمال) سمجھنا چاہئے۔ وہ بہت آسانی سے قید (پیدائش) سے چھوٹ جاتا ہے۔

ہمدہ ہستی بسوزی کر بنا۔ لا انہ
انزماں بے پڑہ مینی نور اللہ (خواجہ ابوبکر)
تادہ ہوس لعل دل جام ہستی
تادہ پئے آواز دن چنگل نئی
ایہا ہمہ شواست خدا مید اندام
تارک تعلق نہ کنی، ایچہ نئی

۴۔ نادان یہ کہتے ہیں کہ سمجھ اور لوگ میں اختلاف ہے۔ عام ایسا نہیں سمجھتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو ایک کو اچھی طرح حاصل کر لیتا ہے وہ دوسرے کو بھی پالیتا ہے۔

۵۔ جو مرتبہ سمجھیوں کو حاصل ہوتا ہے وہی یوگیوں کو بھی حاصل ہوتا ہے اصل میں وہی صاحب نظر ہے جو سمجھ اور لوگ کو ایک ہی دیکھتا ہے۔

۶۔ لیکن اے دست دراز بغیر لوگ کے ترک دنیا (منیاس) مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ جو زائد دینی لوگ سے اصلاح پاتا ہے۔ وہ ذات ابدی تک تیزی سے پہنچتا ہے

ترک دنیا، ترک عقبی، ترک مولیٰ، ترک ترک

۷۔ جو لوگ سے اصلاح یافتہ ہے۔ منفی ہے اور جس کے جو اس نفس قابو میں ہیں جس نے جملہ مخلوق کی روحوں کے ساتھ اپنی روح کی وحدت کو محسوس

لے فلسفہ ہند کے چھ نظاموں میں ایک نظام فلسفہ سمجھ ہے۔ یہ نظام ارتقا سے بحث کرتا ہے اور اتحاد پر مبنی ہے فلسفہ لوگ واجب الوجود کا قائل ہے اور مزاق سے بحث کرتا ہے۔

کر لیا ہے۔ وہ باوجود کچھ عمل کرتا ہے۔ لیکن اس میں بھٹتا نہیں

۹۱۸۔ مابہ حقیقت شناس دیکھنے

سننے، سوچنے، کھانے، چلنے

سونے، سانس لینے، بولنے

چھوڑنے یا پھڑنے میں آنکھیں

کھولنے یا بند کرنے میں یہ خیال

کرے کہ میں کچھ نہیں کرتا بلکہ

صرف جو اس اشیائے جو اس

میں مصروف ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا مَلَائِي دُونِي وَتَحِيَّائِي
وَقِيمَائِي يَلْمِزُكَ الْعَالَمِينَ (قرآن)

۱۔ جو عمل کرتا ہے۔ لیکن اپنے جملہ

احمال کو اس ذات ابدی کی

طرف تفرغ نہیں کر دیتا ہے، اور

تعلقات دنیوی کو ترک کر دیتا

ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا ہی

پاک رہتا ہے۔ جیسے نیلوفر

کئی بچی پانی کی لہروں سے

جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لئے
کافی ہے۔ (قرآن)

۱۱۔ قرۃ عمل کی طرف سے بے پرواہ ہو کے جسم، نفس، عقل اور جو اس سے

یوگی عمل کرتے ہیں تاکہ نفس پاک و صاف ہو جائے۔

اَکُنْتُ اِیْنَ دُرِّهِ اَوْ شَهْوَتِ اَمْتِ

وَرَنَّهُ اِنْجَا شَرِّتِ اَعْدَا شَرِّتِ اَمْتِ

(مثنوی)

۱۲۔ متوازن انسان قرۃ عمل کو

ترک کر کے دائمی فراغت حاصل

کر لیتا ہے۔ لیکن غیر متوازن شخص

خواہشات سے مجبور ہو کر غرہ غلبی میں محدود ہو کر رہا جاتا ہے۔

۱۳۔ جملہ اعمال کو دل سے ترک کر کے ہم کاشا ہی نماں (روح) سنجیدگی سے خود راہِ اولیٰ واسطے زہرِ جسم میں رہنا ہے نہ عمل کرتا ہے نہ کرتا ہے۔

۱۴۔ دُنیا کا مالک نہ تو قوتِ عمل پیدا کرتا ہے نہ اعمال، نہ اسواں و ثمر و اعمال کا تعلق پیدا کرتا ہے لیکن یہاں محض فطرت کام کرتی رہتی ہے۔

۱۵۔ خدا نہ تو کسی کی بُرائی کی ذمہ داری لیتا ہے نہ بھلائی کی۔ عقل بے حقیقت کے پردے میں چھپ جاتی ہے اور اس سے مخلوقات دھوکا کھاتی ہے۔

۱۶۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ جہل کو معرفت کے ذریعہ سے مٹا دیتے ہیں۔ ان کی معرفت سورج کی تابندگی کی طرح ذاتِ ابدی کو ان میں ظاہر کر دیتی ہے۔

<p>۱۔ اُس ذات کا خیال کرتے ہوئے اُس سے واصل ہو کر۔ اُس میں قائم ہو کر اور کلیتہً اُس میں محو ہو کر اُن کے گناہ و فریغِ معرفت کی وجہ سے دور ہو جاتے ہیں وہ ایسے مقامِ خلاصی پر پہنچتے ہیں۔</p>	<p>ناہوش ہو کر گفتگو باطن کی صفائی جستجو کر حیرت میں دھالی آ رہو کہ آئینہ دل کو رو بہ رو کر دیدارِ نصیب ہر نظر ہے (دکناد)</p>
---	---

۱۷۔ دُکان، دُکان، دُکان، دُکان اور پانخانہ پیشاب کی ڈھوراہیں اور منہ پر ڈور واز سے جسم کے ہیں
۱۸۔ خدا اگر تم سے بالاتر ہو۔ دُجل نہیں کرتا۔

۱۸۔ جو عالم صغیر میں عالم کبیر کو دیکھنے والے ہیں۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ خواہ وہ عالم دنگسرمزاج برہمن ہو، یا گائے، یا مٹی۔ کتا، یا کتا کھانے والا انسان ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ چاندال ہو۔

۱۹۔ جن کے من متوازن ہیں۔ وہ اس دنیا میں ہر چیز پر فتح حاصل کر لیتے ہیں وہ ذات دائمی متوازن ہے۔ بے عیب ہے۔ لہذا وہ لوگ اُس ذات دائمی جنت میں مقیم ہو جاتے ہیں (اسی دنیا میں)

۲۰۔ مستحکم اور غیر متذبذب عقل کے ساتھ ذات ابدی کا عارف۔ اُس ذات میں قائم ہو کر ایسا ہو جاتا ہے کہ نہ تو سرور انگیز چیزوں کے حصول سے خوش ہوتا ہو نہ غم افزا چیزوں سے افسردہ و غمگین ہوتا ہے۔

۲۱۔ وہ جو خوار جی تعلقات ترک کر دیتا ہے اور اپنی ہی ذات میں مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کو ذات سرمدی سے بند ریجہ لوگ کے متوازن کر لیتا ہے۔ وہ نہ فنا ہو نے والی مسرت کا لطف اٹھاتا ہے۔

۲۲۔ جو لذتیں محسوسات سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ آلم و کرب کی جڑیں ہیں۔ اے کفنتی کے بیٹے! جد یہ ہے کہ اُن کی ابتدا اور انتہا یوں ہوتی ہے۔ اُن سے عقلمند لطف اندوز نہیں ہوتے۔

۲۳۔ وہ شخص جو اس دنیا میں جسم سے آزاد ہونے سے پہلے حرص و خشم سے پیدا ہونے والے جذبات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ یوگی اور سکھی ہے۔

۲۴۔ جو دل میں خوش ہے اور سرور ہے۔ جو داخلی طور پر روشن و منور ہے وہی یوگی خود ذات سرمدی ہو کہ برہمن روان (فراغت، فانی اللہ و نجات کاملہ) حاصل کرتا ہے۔

۲۵۔ وہ رشی دائمی روان حاصل کرتے ہیں جو جملہ صفتوں کی بھلائی میں مشغول

رہتے ہیں، اُن کے گناہ فنا ہو چکے ہیں۔ دہائی کا پردہ ہٹ جاتا ہے۔ اور اُن کے نفس قابو میں رہتے ہیں۔

ہر کہ نفس خویش را دید و شناخت
اندر اشکال خود دو اسپہ تاخت
(متنوی)

۲۶۔ دائمی زوان اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی ہستی کو پہچانتے ہیں جو شہوت و خشم کو ترک کر چکے ہیں۔ اپنی فطرت کو قبضہ میں رکھتے ہیں اور اپنے خیالات کو پابند رکھتے ہیں۔

۲۸، ۲۷۔ خارجی تعلقات کو ترک کر کے اور اپنی نگاہ کو دونوں بھوؤں کے درمیان میں جما کر اپنی آنے والے جانے والی سانسوں کو جو نتھنوں کے درمیان سے آتی ہیں۔ برابر کر کے جو اس نفس اور عقل کو قابو میں کر کے جو عارف مطلقاً خلاصی کا خیال کرتا ہے وہ خشم و آرزو و ترس کو بالکل ترک کر کے یقیناً نجات پاتا ہے

پتھر میں بھی عشق کا اثر ہے
اس آگ سے سوختہ جگر ہے
ہر رنگ میں دیکھ تو شہر ہے
(دہماد)

۲۹۔ وہ میری بابت یہ جان کر کہ میں قربانی اور ریاضت سے لطف حاصل کرتا ہوں اور یہ کہ تمام عالموں کا سگڑا ہوں اور تمام جانداروں سے محبت کرتا ہوں، یہ باتیں جان کر وہ سلامتی (زردان) حاصل کر لیتا ہے۔

اوم۔ ت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نعمۃ خداوندی کا پانچواں مکالمہ سنیاں یوگ یا ترک عمل جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت ہے۔

چھٹا مکالمہ

ادھیانم آتم منجم یوگ یا تعلیم ضبط نفس

اس فصل میں سچے سیاسی اور یوگی کی تعریف کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ معرفت الہی حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔ تاکہ عوام پیروی کریں، جو لوگ یوگ میں نامکمل ہیں وہ دوبارہ پیدا ہونے کی مصیبت میں گرفتار کئے جائیں گے، تاکہ موجودہ زندگی کی تربیت کی بنا پر ترقی حاصل کر سکیں اور آخر کار سکون یا نجات حاصل کریں۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۱۔ وہ جو محض فرض سمجھ کر عمل کرتا ہے۔ اور ثمرہ عمل کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہی زاہد (سیاسی) ہے۔ وہی یوگی ہے۔ نہ کہ وہ جو اعمال کو ناچھوڑ دیتا ہے اور آگ کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

۲۔ اے پانڈو! جسے سیاس کہتے ہیں وہ یوگ کا دوسرا نام ہے۔ اور کوئی شخص یوگی نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ وہ قوت ارادی کو ترک نہیں کر دیتا۔

۳۔ ایسے طالب کے لئے جو یوگ کی تلاش میں ہے عمل کو ذریعہ کہتے ہیں۔ اس طالب کے لئے یوگ حاصل کرتا ہے سکون (دشانتی) ذریعہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ سیاسی پوجا اور قربانی کی آگ نہیں جلاتا بلکہ ان سب رسوم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کھانا بھی نہیں کھاتا۔ اگر کہیں کچا ہوا کھانا مل جائے تو کھا لیتا ہے۔

۴۔ اس لئے کہ جو جملہ ارادوں کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اشیائے حواس اور عمل سے بے لوث رہتا ہے وہ کامل یوگی کہلاتا ہے۔

۵۔ ہر شخص کو خود اپنے آپ کو بلند کرنا چاہیئے اور اپنے کو پست نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ خود ہی اپنا مدگار ہے اور خود ہی اپنا دشمن ہے۔

۶۔ وہ اپنا مدگار ہے جس نے خود اپنے نفس کو جیت لیا ہے اور جس نے اپنے نفس کو نہیں جیتا وہ خود اپنا دشمن ہے۔

۷۔ جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے اور گرمی، سردی، عرت و ذلت، رنج و راحت میں یکساں رہتا ہے اس کی آتما نفس پر ماتا (ذات بلند) ہے۔

نزدیک و بعید سے برابر

مت ہودم یا س سے مکدر

آئینہ وہم ہے سراسر

مانند نگہ منکھل تو باہر

تیرے تئیں تجھ تلک سفر ہے

(دکاد)

۸۔ وہ یوگی متوازن کہلاتا ہے۔ جو

علم و عرفان کے ذریعہ سے مطمئن

ہے۔ جو مستقل ہے اور جس کے

حواس قابو میں ہیں جس کے لئے

مٹی کا ڈھیلہ، پتھر اور سونا سب

برابر ہیں۔

۹۔ وہی بڑی بات ہے جو عاشقوں، دوستوں اور دشمنوں، اجنبیوں، غیر جانبداروں نفرت کرنے والوں اور رشتہ داروں اور نیکو کاروں اور بدکاروں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۱۰۔ یوگی کو چاہیئے کہ ہمیشہ لوگ میں مصروف رہے۔ خلوت میں اکیلا رہے۔

خیال و خودی کو قبضہ میں رکھے اور اُمید اور ملکیت کے خیال سے الگ رہے

۱۱۔ پاکیزہ مقام میں اپنی مقررہ نشست پر جو نہ بہت زیادہ بلند ہو نہ بہت زیادہ پست۔ اور یہ نشست کپڑے اور کالے برتن کی کھال اور گھٹن گھاس سے

نبی ہو۔

۱۲۔ وہاں نفس (من) کو کیسو کر کے اور خیالات و حواس کو قبضہ میں کر کے اپنی نشست پر مستحکم ہو کر اُسے اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے لوگ پر عمل کرنا چاہیے

۱۳۔ جسم، سراور گردن کو مستقیم کر کے غیر متحرک طور پر مستحکم ہو کر مستقل طور پر اپنی ناک کی نوک کو اس طرح دیکھنا چاہیے کہ نگاہ کسی سمت نہ پھرے۔

۱۴۔ اپنے نفس کو مطمئن کرتے بے خوفی اور بڑبڑہم چہرہ (تجرد) کے عہد پر استقلال سے قائم رہ کر۔ دل کو قابو میں کر کے صرت میراد بیان کرے۔ اور متوازن ہو کر مجھ سے کوٹھائے۔

۱۵۔ اس طرح یوگی ہمیشہ نفس سے متحد ہو کر۔ دل کو قابو میں کر کے سلاستی حاصل کرتا ہے اور عمل زودان حاصل کر لیتا ہے جو مجھ میں موجود ہے۔

۱۶۔ اے ارجن! حقیقت یہ ہے کہ لوگ اُس کے لئے نہیں ہے جو بسیار خوار ہو یا جو قطعی نہیں کھاتا۔ نہ لوگ اُس کے لئے ہے جو بہت زیادہ سوتا ہے۔ نہ یہ زیادہ بیدار رہنے والے کے لئے ہے۔

۱۷۔ لوگ اس شخص کے کل مصائب کو دُور کر دیتا ہے۔ جو کھانے اور تفریح کرنے میں افراط و تفریط سے بچتا ہے جو اپنے اعمال اور خواب و بیداری میں اعتیاد رکھتا ہے۔

۱۸۔ جب اُس کا منضبط خیال نفس پر جم جاتا ہے اور خواہشات کی آرزوئیں دل سے نکل جاتی ہیں اُس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص متوازن ہو گئی ہے۔

بہاں تھیں تجھ میں جن کی ساری حقیقتیں
ہر حرف شوق نعرۂ منصور ہو گیا
(متجاد انصاری)

۱۹۔ جس طرح چراغ ایسی جگہ نہیں جھلماتا جہاں ہوا نہ ہو۔ اسی طرح وہ یوگی ہوتا ہے۔ جو اپنے خیالات کو ضبط کر لیتا ہے۔ اور نفس کے یوگ میں مصروف رہتا ہے۔

۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ جس چیز میں دل کو سکون ہو۔ اور یوگ کی مشق کرنے سے خاموشی حاصل ہو، وہ شے جس میں وہ آتما (نفس) کو آتما کے ساتھ دیکھ کر آتما میں مطمئن ہو۔ وہ شے جس میں اُسے نشاط کامل حاصل ہو۔ ایسا نشاط جسے عقل جو اس سے بالاتر معلوم کر سکے جس میں قائم ہو کر وہ شخص حقیقت سے دور نہ ہو جس (حقیقت) کو پاکر وہ یہ سمجھ کہ اس سے زیادہ نفع کسی شے میں نہیں جس میں قائم ہو کر وہ کسی سخت صدمہ سے بھی متزلزل نہ ہو۔ اُسے یوگ کہنا چاہیے۔ (یعنی) یہ رنج و الم سے بے تعلق (کا نام ہے) اس یوگ کو مضبوط ارادہ اور صاف دلی سے بچنا چاہیے۔

۲۵۔ جتنی خواہشات تصور سے پیدا ہوں یا دل سے۔ ان سب کو ترک کر کے اور ہر طرف سے جو اس کو قطع کر کے اُسے رفتہ رفتہ فراغت حاصل کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ عقل کو ہوشیاری سے قابو میں رکھے اور دل (من) کو آتما (نفس) میں قائم کر کے کسی دوسری چیز کا خیال نہ کرے۔

۲۶۔ جتنی دفعہ یہ مستحکم اور متزلزل دل ہو سکے۔ اتنی ہی دفعہ اُسے چاہیے کہ اس دل کو لگام دے کر آتما (نفس) کی ماتحتی میں لائے۔

۲۷۔ سرت کامل اُس یوگی کے لئے ہے جس کا دل مطمئن ہے جس کے جذبات پر سکون ہیں۔ جو معصوم ہے اور ذات ابدی کی فطرت میں محو ہے۔

۲۸۔ وہ یوگی جو ہمیشہ اس طرح آتما کو متوازن رکھتا ہے۔ اور گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ وہ آسانی سے دصال برہم (ذات سرمدی) کا لطف بے پایاں

جہل کرتا ہے۔

۲۹۔ وہ نفس جو لوگ سے اصلاح پاتا ہے۔ وہ جملہ ہستیوں میں اپنے کو دیکھتا

ہے۔ اور اپنے میں جملہ ہستیوں کو پاتا ہے۔ وہ ہر جگہ وہی جلوہ دیکھتا ہے

۳۰۔ جو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔ اور { فاش بیگویم و از گفتہ خود دل شادم
ہر شے مجھ میں دیکھتا ہے اسکی بندہ عشقم و از ہر دو جہاں آزاد کام
گرفت نہ میں چھوڑ سکتا ہوں نہ نیست بر لوح دلم جز الف قامت یا (عزیز)
وہ میری گرفت چھوڑ سکتا ہے۔ چہ کنم حزن دگرایا دنداد استاد م

۳۱۔ جو وحدت میں قائم ہو کہ میری پرستش اس طرح کرتا ہے کہ مجھے ہر مخلوق میں

دیکھے۔ وہ یوگی نجد میں قائم ہے۔ چاہے وہ کہیں ہو اور کسی حالت میں ہو۔

۳۲۔ اے ارجن! جو شخص اپنی طرح سب کو دیکھتا ہے اور ہر چیز کو یکساں سمجھتا

ہے خواہ وہ مسرت بخش ہو یا آلم انگیز۔ وہی مکمل یوگی ہے۔

ارجن نے کہا:-

۳۳۔ اے دھرمودن! یہ یوگ جسے آپ نے یکسانیت و توازن بتایا ہے۔ ۱۔

اپنے اضطراب کی وجہ سے مستقل قیام (اپنے اندر) نہیں دیکھتا۔

۳۴۔ اے کرشن! بات یہ ہے کہ دل بہت مضطرب ہے۔ یہ جو شیلا ہے۔ سخت

ہے اور شکل سے زیر ہوگا۔ میں اسے فتح کرنا اتنا ہی مشکل سمجھتا ہوں جتنا

آندھی کو۔

مقدس آقا نے فرمایا:-

۳۵۔ اے قوی بازو! اس میں شک نہیں کہ من کو قابو میں کرنا مشکل ہے۔ اس لئے

کہ یہ مضطرب ہے۔ لیکن مسلسل زہد اور ترک خواہشات سے وہ قابو میں کیا

جاسکتا ہے۔

۳۶۔ ایسا من جو قابو میں نہیں ہے مشکل سے یوگ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا دل قابو میں ہے وہ باقاعدہ محنت کر کے یوگ حاصل کر سکتا ہے۔
 ار جن نئے کہا:-

۳۷۔ اے کرشن! یہ بتائیے کہ اُس کی کیا حالت ہوگی جس کا دل تو قابو میں نہیں ہے۔ لیکن وہ ایمان رکھتا ہے جس کا دل یوگ سے ہٹ گیا ہے۔ اور یوگ میں کمال حاصل کرنے سے ناکام رہا ہے۔

۳۸۔ دو لوگوں سے گھر کے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ بادل کے ٹھوٹے کی طرح فنا ہو جاتا ہو؟ اے بے بازوؤں والے! وہ غیر مستقل ہے اور وہ براہم (ذات سرمدی) کے معاملہ میں گمراہ ہے۔

۳۹۔ اے کرشن! میرے اس شک کو مکمل طور پر دور فرمائیے۔ اس لئے کہ آپ کے سوا کوئی دوسرا اس شک کو مٹانے والا نہیں مل سکتا۔
 مقدس آقائے فرمایا۔

۴۰۔ اے پرہتھا کے بیٹے! اُس کے لئے نہ اس دُنیا میں تباہی ہے، نہ آئندہ زندگی میں، عزیزین! جو عمل صاحب کرتا ہے اُس کی حاکمت کبھی خراب نہ ہوگی۔
 ۴۱۔ پاکیزہ افعال کرنے والے جن عالموں کو حاصل کرتے ہیں۔ وہاں عرصہ دواؤں تک زندگی بسر کرنے کے بعد جو یوگ سے گر جاتا ہے۔ وہ پھر پاک اور مقدس گھرانوں میں پیدا ہوتا ہے۔

۴۲۔ یا (یہ بھی ممکن ہے کہ) وہ شخص عارن یوگیوں کے خاندان میں پیدا ہو۔ لیکن دُنیا میں ایسا جہنم ملنا بہت ہی مشکل ہے۔

۴۳۔ اے ار جن! وہاں وہ اپنے قدیم جسم کی خصوصیات کو پھر حاصل کر لیتا ہے اور ان کے ذریعہ سے وہ پھر حصول نجات کے لئے کوشش کرتا ہے۔

۲۴۔ اُس پہلی مشق کی وجہ سے بلا ارادہ وہ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ جو یوگ کے جاننے کی تھوڑی سی بھی خواہش رکھتا ہے۔ وہ ویدوں میں بتائے ہوئے نتائج اعمال پر التفات نہیں کرتا۔

۲۵۔ وہ یوگی جو استقلال سے کام (عمل) کرتا ہے۔ گناہوں سے پاک ہو کر اوپر متعدد پیدا شدوں میں پورے طور پر مکمل ہو کر بلند ترین حالت (نجات) کو حاصل کر لیتا ہے۔

۲۶۔ یوگی کا مرتبہ زاہدان مرتاض سے بلند ہے۔ وہ مارتول سے بھی بلند ہے۔ یوگی کا درجہ علی انسان سے بھی بلند ہے۔ لہذا اے ارجن تو یوگی ہو جا۔

۲۷۔ اور سب یوگیوں سے وہ یوگی میرے نزدیک کامل طور پر متوازن ہے۔ جس کا دل ایمان سے معمور ہے، جس کا نفس میری ذات میں قائم ہے اور وہ میری پرستش کرتا ہے۔

اوم۔ تت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا چھٹا مکالمہ ادھیاتم آتم مہیم یوگ یا تعلیم ضبط نفس سر کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے۔

ساتواں مکالمہ

گیان یوگ یا تعلیم علم و عرفان

اس مکالمہ میں علم معرفت کو جملہ اعمال کا مقصد بتایا گیا ہے۔ یعنی اس کے فیروختات نامکن ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۱۔ اے پرستار کے بیٹے اب سن کہ کس طرح تو اپنا دل مجھ میں قائم کر کے میرا سہارا لے کر۔ یوگ کرتا ہوا، بلا شک مکمل طور پر مجھے جان سکتا ہے۔

۲۔ میں مکمل طور پر یہ علم و عرفان تجھے بتاؤں گا۔ اسے جاننے کے بعد اس دُنیا میں کسی اور چیز کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ ہزار میں ایک آدمی مشکل سے ایسا ہوتا ہے جو کمال اخلاصی حاصل کرنے کی کوشش کرے اور کامیاب کوشش کرنے والوں میں سے مشکل

ایک ایسا ہوتا ہے جو میری حقیقت سے واقف ہو۔

۴۔ میری قدرت کی تقسیم بہت گانہ یہ ہے (۱) مٹی (۲) پانی (۳) آگ (۴) ہوا (۵) اکاش (۶) دل (۷) عقل (۸) خودی۔

۵۔ یہ فطرت بہت کی تقسیم تھی۔ اب میری فطرت بلند کو جو عنصر حیات ہے معلوم کر۔ اے قوی بازو۔ اس جان (روح) سے کائنات قائم ہے۔

۶۔ اس کو جملہ ہستیوں کا ماخذ [ڈھونڈتے ہیں آپ سے اس کو پرے حیات سمجھتے ہیں جملہ کائنات کی] شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

پیدائش کا خرچ ہوں۔ اور { ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے
اس طرح اس کے محو ہو جانے { وہ ہی آڑے آگیا جیدھر چلے
کا بھی مقام ہوں۔ (دہاد)

۷۔ اے دھن جے! مجھ سے بلند تر کوئی نہیں ہے۔ جملہ اشیا (مخلوقات) مجھ

میں اس طرح ہر شے ہیں جس طرح موتیوں کی لڑی ایک تانگے میں ہوتی ہے

۸۔ اے کنتی کے بیٹے! میں مینے کی چیزوں کا مزہ ہوں۔ میں آفتاب ماہتاب

کا نور ہوں۔ میں جملہ دیدوں میں تعریف کا لفظ (اوم) ہوں (اکاش)

ایتر میں آواز ہوں۔ اور انانوں کی موت و حیات۔

۹۔ میں مٹی میں پاک خوشبو اور آگ میں روشنی ہوں۔ میں سب جانداروں کی

روح (وال) ہوں اور رادوں کا زہ ہوں۔

۱۰۔ اے پار تھ! مجھے جملہ جانداروں { بلبل بگل نشاں دہداز رنگ لپٹے تو

کا تخم ازلی سمجھو۔ میں عقل العقل { پروانہ یا چراغ کند جستجوئے تو

ہوں اور جملہ پر شوکت چیزوں { کی شوکت ہوں۔

(صاحب کاشانی)

۱۱۔ اے بھرتوں کے آقا! میں زور آوروں کا زور ہوں اور خواہش اور

جوش سے آزاد ہوں اور میں مخلوقات میں ایسی خواہش ہوں جو دھرم

(دھرم) کی مخالف نہیں ہے۔

۱۲۔ یہ بھی جان لے وہ فطرت جو سکون سے بنی ہیں اور وہ جو جوش سے پیدا

ہوئی ہیں۔ اور جو تار یک ہیں وہ سب مجھ سے ہیں لیکن وہ مجھ میں ہیں

اُن میں نہیں ہوں!

۱۳۔ ان تین صفات (سکون، جوش، ظلمت) سے بن کر ان فطرتوں نے دُنیا

کو فریب میں ڈال رکھا ہے۔ اسی لئے دنیا مجھے نہیں جانتی، چونکہ میں ان صفات سے بالاتر اور ابدی ہوں۔

۱۴۔ میرے اس خداوندی قدرت { ہر فردہ نگاہ غلط، جلوہ خود فریب
داما، کی تہہ تک پہنچنا بہت مشکل } عالم دلیل گر ہی چشم و گوش تھا
ہے جو متن صفات کی وجہ سے (خانی)

پیدا کیا گیا ہے وہ لوگ جو میرا ہی سہارا لیتے ہیں وہ اس قوت بزرگ (مایا) قدرت کو عبور کر لیتے ہیں۔

۱۵۔ بدکار اور بے وقوف میرا سہارا نہیں لیتے۔ نہ وہ کہیں میرا سہارا لیتے ہیں جن کا علم مایا (فریب) کی نذر ہو چکا ہے۔ جو غفرتوں کی فطرت میں داخل ہو گئے ہیں

۱۶۔ اے ارجن! چار قسم کے نیک چلن انسان میری پرستش کرتے ہیں۔
محبت زدہ عرفان کے طالب (آرہ و مند اور عالم) یعنی طالب دُینا،
ارباب دانش

۱۷۔ ان میں سے وہ عارف (جو مسلسل یکسانیت قبول کرتا رہتا ہے) صرف ایک کی پرستش کرتا ہے۔ وہی سب سے بہتر ہے۔ میں اُس عارف کو سب سے زیادہ محبوب ہوں اور وہ مجھے محبوب ہے۔

۱۸۔ یوں تو یہ سب صاحب شرف ہیں۔ لیکن میں عارف کو اپنی ہی ذات سمجھتا ہوں اس کا نفس متحد ہو کر مجھ پر مرکوز ہو جاتا ہے جو بلند ترین طریق ہے۔

۱۹۔ کئی پیدا کشوں کے اختتام پر { ہر ذرہ آئینہ ہے کسی کے جمال کا
عارف میرے پاس آتا جو ایسی یوں ہی نہ جانے مری شستِ غبار کو
بلند روح والے عارف کا } (اصغر گوٹا دی)

تلاش کو نامشکل ہے جو کہے کہ سب [اللہ نوسل لسنوت والا مرض
کچھ داسو دیو ہی ہے :- (مرآت)

۲۰۔ وہ جن کا علم بے شمار خواہشات آرزوؤں سے پراگندہ ہو گیا ہے۔ دوسرے
دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ مختلف رسمیں کرتے ہیں۔ اور اپنی فطرت سے
مجبور ہو جاتے ہیں۔

۲۱۔ جو شخص کسی ایک قسم کی عبادت ایمان داری سے کرنا چاہتا ہے تو میں اُس
انسان کو اُسی غرض کے لئے مستحکم ایمان بخشا ہوں۔

۲۲۔ وہ شیدائی بن کر اس ایمان کے ذریعہ سے اُس دیوتا کی عنایت کو حاصل
کرتا ہے۔ اسی طرح وہ رھتیں حاصل کرتا ہے جس کی اُسے تمنا ہے۔ لیکن حقیقت
یہ ہے کہ میں ہی اُن کا عطا کرنے والا ہوں

۲۳۔ ان کم عقلوں کو ثواب بھی محدود
ماتا ہے۔ دیوتاؤں کے خدمت گار
دیوتاؤں ہی کے پاس جاتے ہیں
لیکن میری بندگی کرنے والے
(پجاری) مجھ تک پہنچتے ہیں۔

۲۴۔ جو لوگ عقل سے محروم ہیں وہ باوجود یکہ میں غیر فانی ہوں۔ مجھے صاحب بدن
سمجھتے ہیں اور میری بلند قدرت سے ناواقف ہیں جو غیر فانی اور بہترین ہے۔

۲۵۔ میں اپنی قدرت کے حجاب میں رہ کر سب پر ظاہر نہیں ہوں۔ یہ قریب غور وہ
دُنیا مجھے نہیں جانتی۔ میں غیر مخلوق اور ازلی ہوں۔

۲۶۔ اے ارجن میں اُن جملہ ہستیوں سے واقف ہوں جو گرہ چکی ہیں۔ موجود ہیں
اور آئندہ آنے والی ہیں۔ لیکن مجھے کوئی نہیں جانتا۔

ہو گیا ہماں سرائے کثرتِ سوہوم آج
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا
(دہاد)

۲۷۔ اے بھارت! فزین کے دھوکے
میں پڑ کر جو محبت و نفرت وغیرہ
نے پیدا ہوتے ہیں جملہ ہستیاں
اس عالم میں فریبِ خودِ وہ حالت
میں ہیں۔ اے پرتیب!

اگر جمعیتِ دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہلِ حرص کے کب کامِ خاطر نواہ ہوتے ہیں
(دہاد)

۲۸۔ لیکن وہ نیک چلن انسان جن
میں گناہ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔
صدیق کے قریب سے آزاد ہو کر
میری پرستش کرتے ہیں۔ اور
اپنے عہد پر قائم ہیں۔

۲۹۔ جو مجھ پر پناہ لے کر بڑھاپے اور موت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے
ہیں۔ وہ ذاتِ ابدی، بحالِ علم نفس اور پورے عمل سے واقف ہیں۔

ہر آنکسِ بہنِ آشنا می شود
خداوندِ ہر دوسرا می شود
(فیضی)

۳۰۔ جو مجھ میں لہ لگائے ہیں۔ اور مجھے
جملہ مخلوقات۔ دیوتاؤں، اور
قربانی سے بالاتر سمجھتے ہیں یقیناً
موت کے وقت بھی مجھے نہ بھولیں گے

حق حق حق

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا ساواں مکالمہ گیان یوگ
یا تعلیمِ علم و عرفان جو سری کوشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں
حکم الہی ہے۔



آٹھواں مکالمہ

اکھشتر برہم یوگ یا عرفان آفریدگار لائزال

اس مکالمہ میں برہم کی صفات کی تفصیل ہے۔

ارجن نے کہا:-

۱۔ اے پرشوتم! ذات ابدی (برہم) علم نفس (ادھیاتم) اور عمل (کرْم) کسے کہتے ہیں ادبھوت (جو چیز ذوال پذیر نہ ہو) کسے کہا جاتا ہے۔ اور ادیو یا نفس ناطقہ کسے کہتے ہیں۔

۲۔ اس جسم میں قربانی کا علم کیاشے ہے اور انتقال (موت) کے وقت کس طرح آپ کا علم اُن لوگوں کو ہوتا ہے جو ضبط نفس کر چکے ہیں، اے مدھوسودن۔ مقدس آقائے فرمایا:-

جز نقش تو در نظر نیاید مارا
جز کوئے تو در گذر نیاید مارا
خوش آمدہ خواب را در دیدہ
حقاکہ بچشم در نیاید مارا
(حافظ)

۳۔ برہم ناقابل فنا اور بزرگ ترین ہستی ہے۔ اس کی فطرت فقی کو علم نفس کہتے ہیں جس سے سب جانداروں میں سمارا ہے اور وہ قوت جس سے مخلوقات پیدا ہوتی ہیں۔ کرما کہلاتی ہو۔

۴۔ یا ادبھوت (جو چیز ذوال پذیر نہ ہو) میری فطرت فانی سے متعلق ہے اور آڈیو میری جان بخش قوت سے تعلق رکھتا ہے۔ قربانی کا علم میرے متعلق ہے جتنا ہے کہ جموں میں بھی میں ہی ہوں۔

۵۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ جو جسم کو چھوڑ کر مرتے وقت صرن میرا ہی خیال کرتا ہوا جاتا ہے وہ میری ہستی میں داخل ہو جاتا ہے۔

۶۔ اے کوئی تہ! جو شخص اس جسم کے چھوڑنے کے وقت جس چیز کا دھیان رکھتا ہے۔ اسی کے پاس رہ جاتا ہے۔ اور ہمیشہ قدرتا اُسی سے واصل ہو جاتا ہے۔

۷۔ اس لئے ہر لمحہ میرا ہی تصور قائم رکھ اور جنگ کر۔ نفس (من) اور عقل کو مجھ پر جما کے تو بلا شک میرے پاس پہنچ جائے گا

۸۔ اے پار تھ! جب دل غیر اللہ کے پیچھے نہ بیٹھے۔ اور مسلسل مشق سے متوازن ہو جائے اور ہمیشہ مراقبہ میں رہے۔ تب وہ شخص برہم تک پہنچ جاتا ہے۔

۹۔ وہ جو اس ذات کا خیال کرتا ہے۔ جو قدیم ہے۔ خاطر و ناظر ہے۔ حاکم مطلق ہے لطیف سے بھی لطیف تر ہے اسب کو سینھالے ہوئے ہے۔ ناقابل تصور ہے اور جو ظلمت سے پار اور سراسر نور ہے۔

۱۰۔ وہ شخص انتقال کے وقت غیر متزلزل قلب کے ساتھ۔ محویت کے عالم میں۔ یوگ کی قوت سے اپنے انفاس حیات کو اپنے ابروؤں کے درمیان میں کھینچ کر اُس روح اعظم، اُس خداوندی روح تک پہنچ جاتا ہے۔

۱۱۔ وہ چیز جسے دید کے جاننے والے غیر فانی کہتے ہیں۔ وہ مقام جس میں ضبط نفس کرنے والے اور خواہشات سے آزاد انسان داخل ہوتے ہیں۔ وہ شے جس کی آندہ سے برہم آج یہ (تجربہ) کرتے ہیں۔ وہ راستہ مختصر آئیں تجھے بتانا ہوں۔

۱۲۔ (جو اس کے) سب دوازدوں

کو بند کر کے قوت خیال کو دل میں
محدد کر کے اور لوگ کے ذریعہ
سے نفس حیات کو اپنے رافع
میں مرکوز کرنے کے بعد۔

چشم بند دل بند و گوش بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند
(مثنوی)

۱۳۔ سرمدی لفظ "اوم" کو رد کرتے ہوئے میری یادیں لگ کر جو اس طرح
جسم کو چھوڑتا ہے وہ سب سے بلند درجہ کو حاصل کرتا ہے۔

۱۴۔ اے بار تھادہ متوازن یوگی
جو مسلسل میرا دھیان رکھتا ہے
اور کسی دوسرے کا خیال نہیں
کرتا۔ وہ آسانی سے مجھ تک
پہنچ جاتا ہے۔

من و ماؤ تو داد است یک چیز
کہ در وحدت نباشد هیچ تیز
(شکشا دان)

۱۵۔ میرے پاس پہنچ کر یہ ہاتا دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ یعنی مقام محنت اور
مقام فنا میں پھر نہیں آتے۔ وہ ایسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں فراغت
کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

۱۶۔ اے ارجن! وہ عالم جو برہما کے عالم سے شروع ہوتے ہیں۔ وہ فنا و بقا
کی منزلوں سے گزرتے رہتے ہیں۔ لیکن جو میرے پاس آتا ہے وہ دوبارہ
نہیں پیدا ہوتا۔

۱۷۔ جو برہما کے دن کی طوالت ہزار قرن (ایک) اور رات کی طوالت ہزار
قرن جانتے ہیں (حقیقت میں) وہی روز و شب سے واقف ہیں۔

۱۸۔ روز روشن کے ظاہر ہوتے ہی غیر مشہود (غائب) سے جملہ مشہود چیزیں پیدا
ہو جاتی ہیں۔ اور شب کے آنے ہی وہ سب چیزیں غیب میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

۱۹۔ گوناگوں مخلوقات مسلسل پیدا ہو ہو کر شب کے آتے ہی فنا ہو جاتی ہیں۔ اور اسے پار تھ! قانون قدرت کے مطابق یہ دن نکلتے ہی پھر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

۲۰۔ لہذا حقیقت تو یہ ہے کہ اُس غیر مشہود سے بلند تر ایک اور غیر مشہود دستی ہو جو دائمی ہے۔ اور جملہ ہستیوں کے فنا ہونے کے باوجود وہ ذات فنا نہیں ہوتی۔

۲۱۔ اُس غیر مشہود کو ”ذات غیر فانی“ یا بے زوال“ کہتے ہیں اس کا نام ”مقام بقا“ ہے جو اس تک پہنچتے ہیں۔ وہ واپس ہو کر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ وہی میسرا بلند ترین مسکن ہے۔

۲۲۔ اس ادج اکبر تک صرت اُس کی غیر متزلزل پریش سے رسانی ہو سکتی ہے۔ جس میں تمام ہستیاں پناہ لے رہی ہیں جس نے یہ کائنات پیدا کی ہیں۔

۲۳۔ جس وقت یوگی منتقل ہو کر پیدا نہیں ہوتے اور جس وقت پیدا ہوتے ہیں میں اب اس وقت کا بیان کرتا ہوں۔ اسے بھارتوں کے راجہ!

۲۴۔ آگ کی روشنی، دن۔ اُجالی کے دو ہفتہ، وہ چھ ماہ جس میں سورج شمالی کے راستہ پر جاتا ہے۔ ان اوقات میں جو یوگی انتقال کرتے ہیں۔ اور جو ذات ازلی کو جانتے ہیں۔ وہ اُسی ذات سے واصل ہو جاتے ہیں۔

۲۵۔ دھواں، رات، اندھیاری کے دو ہفتہ۔ آفتاب کے جنوبی رات کے چھ ماہ۔ ان اوقات میں یوگی انتقال کرنے کے بعد چاندنی سے اثر پذیر ہو ہو کر اس دنیا میں واپس چلے آتے ہیں۔

۲۶۔ نور و ظلمت دنیا کے غیر فانی راستے کئے جاسکتے ہیں۔ ایک سے دہ ہاتھ ہے جو واپس نہیں آتا۔ دوسرے راستے سے جو جاتا ہے۔ وہ پھر واپس چلا آتا ہے۔
 ۲۷۔ اسے پار تھ! ان راستوں کو جاننے کے بعد یوگی کسی طرح پریشان نہیں ہوتا۔
 لہذا اسے ارجن! ہر وقت یوگ میں مستقل طور پر قائم رہ!

۲۸۔ وہ عابد جو علم رکھتا ہے۔ وہ ان تمام متحرک جزاؤں سے بلند تر ہو جن کو دیدوں میں رہتا ہوں یہ ریاضتوں میں اور صدقات میں بنایا گیا ہے ان سب کو جان کر ان سے پار۔ وہ بلند ترین انہی مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

چند لمحہ رخ خود نسبت ترم بہت ترم
 ہر چند بندہ پایہ ترم پست ترم
 زیں طرز ز آئیکہ از شراب ہستی
 ہر خطہ کہ ہشیار ترم مست ترم
 (اختتام)

اوم۔ تترست

اس طرح ختم ہوتا ہے نعمۃ خداوندی کا آٹھواں مکالمہ اکھشوریہم یوگ
 یاعرفان آفریدگار لایزال جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں
 علم الہی ہے۔

نواں مکالمہ

عرفان و راز کا بادشاہ

راج و دیا۔ یا علم کا راجہ کیا ہے۔ خدا سے دھماں کا علم۔ یہ دھماں عشق عداوق سے حاصل ہوتا ہے۔

تقدس، خداوند نے فرمایا:-

۱۔ جو حکم تو عجز یعنی نہیں کرتا۔ اس لئے میں وہ نہایت خفیہ انانی اور خداوندی علم بتاتا ہوں۔ جسے جان لینے کے بعد تو برائی سے آزاد ہو جائے گا۔

۲۔ شاہی علم، شاہی راز۔ بہترین تقدس بخش ہے الہامی ہے۔ دھرم کے مطابق ہے اس پر آسانی سے عمل کیا جاسکتا ہے یہ غیر فانی ہے۔

۳۔ اے پرستہ! وہ لوگ جو اس علم پر ایمان نہیں رکھتے وہ میرے پاس نہیں پہنچتے بلکہ اس دنیا سے فانی کی گزر گاہوں میں واپس چلے آتے ہیں۔

۴۔ یہ سب کائنات میں نے پھیلائی

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِیْطٌ

(اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)

(قرآن مجید)

ہے۔ یہ میری شہود مادی قدرت

(پرکرتی) سے پیدا ہوئی ہے۔ جملہ

مخلوق میرے اندر رہتی ہیں میں

اُن کے سہارے پر نہیں رہتا۔

کعبہ میں کلیسا میں ہم نے تو جہاں دیکھا

اے قصر و فاتیری تعمیر نظر آئی

(فانی)

۵۔ تاہم یہ مخلوقات میرے اندر نہیں

رہیں۔ میری شاہانہ عدائی دیکھ

میری روح جو سب چیزوں کا

سرشتیہ ہے۔ سب کی پرورش کرتی
ہے لیکن اُن میں ایسے رہتی۔

۷۔ جس طرح آندھی جو ہر جگہ حرکت
کرتی ہے۔ اُس کی جڑ آکاش
(اتھرا) میں ہے۔ اسی طرح جلد
ہستیاں میری ذات میں ہیں۔

صورت از بے صورتی آمد بدون
باز شد کانا الیسہ راجون
(مثنوی)

۸۔ اے کوئیہ تمام ہستیاں ایک زمانہ کے بعد میری فطرت (قدرت) پر کرتی
میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور دوسرے زمانے کے شروع میں اُن کو میں پھس
خارج کرتا ہوں۔

۹۔ اُس فطرت میں داخل ہو کر جو میری اپنی ہے میں ان تمام جانداروں کے
گروہوں کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہوں اور یہ کام خود بخود میری قدرت سے
جاری رہتا ہے۔

۱۰۔ اے دھنن جے۔ یہ اعمال مجھے پابند نہیں کرتے۔ میں بلندی پر تخت نشین
ہوں اور اعمال سے بے تعلق ہوں۔

۱۱۔ قدرت میرے شاہدہ میں متحرک
اور غیر متحرک اشیاء کو پیدا کرتی
رہتی ہے۔ اے کوئیہ۔ اسی طرح
یہ دور کائنات جاری ہے۔

کنت مکنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرا
فخلقت الخلق لاعرا
ایں مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں
تو میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں

۱۲۔ غافل میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جبکہ میں انسانی جامہ میں ہوتا ہوں۔ وہ
میری قدرت بلند سے ناواقف ہیں کہ میں مخلوقات کا خداوند اکبر ہوں۔

۱۳۔ امید۔ عمل۔ علم و عقل سے قاصر۔ دیووں، عفریتوں کی پُر فریب اور ظالم

فطرت میں شامل ہوتے ہیں۔

۱۲۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا میری خداوندی قدرت میں حصہ لے کر غیر متزلزل قلب کے ساتھ میری پرستش کرتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ میں مخلوقات کا غیر فانی سرچشمہ ہوں۔

۱۳۔ وہ ہمیشہ میری تسبیح کرتے ہیں اور اپنے عہد پر استغلاں سے قائم ہو کر میرے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ توازن ہو کر خلوص کے ساتھ میری عبادت کرتے ہیں۔

۱۵۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو عقل کی قربانی کرتے ہیں۔ اور میری وحدت کی پرستش کرتے ہیں۔ اور کثرت کی بھی۔ جو ہر جگہ موجود ہے۔

۱۶۔ میں نذر و نیاز ہوں میں قربانی ہوں۔ میں تقدیر کے لئے نذر ہوں۔ میں بڑی بڑی ہوں، منتر ہوں۔ گھٹی ہوں۔ آگ ہوں اور نذر سوختہ ہوں۔

۱۷۔ میں کائنات کا والد ہوں۔ والد ہوں۔ جیسے پناہ ہوں۔ بزرگ ہوں مقدس و معرود ہوں۔ لفظ قوت (ادم) ہوں۔ اور رگ، سام، یججر (دید) ہوں۔

۱۸۔ میں راہ سلوک ہوں، شوہر ہوں، آقا ہوں، شاہد ہوں، جائے قیام ہوں۔

جاتے پناہ ہوں عاشق ہوں، ماخذ ہوں فنا ہوں، بنیاد ہوں، خزانہ ہوں اور میں ہی لافانی بیج ہوں۔

۱۹۔ میں حرارت بخشتا ہوں، میں بارش دینے اور روکنے والا ہوں۔ اے ارجن! میں بقا بھی ہوں اور فنا بھی۔ ہست بھی ہوں اور نیست بھی۔

۲۰۔ تینوں دیدوں کے جاننے والے۔ سوم کا عوق پینے والے معصوم۔ میری عبادت قربانی کے ذریعہ سے کرنے والے۔ مجھ سے بہشت کی دعا کرتے ہیں۔ وہ دیوتاؤں کی سحرانی کی مبارک دنیا میں بلند ہو کر جنت میں دیوتاؤں کی دعوتیں کھاتے ہیں۔

۲۱۔ وہ اپنے نیک اعمال کے اندازے تک وسیع عالم بالا کا لطف اٹھا کر اس فانی دنیا میں پھر پیدا ہوتے ہیں۔ مقدس کتابوں (دیدوں) کی پیروی کرنے والے بھی خواہشوں کی خواہش کرتے ہوئے اُس چیز کو حاصل کرتے ہیں جو فانی ہے (یعنی یہ زندگی)۔

۲۲۔ جو صورت میری پرستش مجھے لاشریک مان کر کرتے ہیں۔ اُن متوازن اشخاص کو مکمل سلاستی بخشا ہوں۔

۲۳۔ اے کفنی کے بیٹے! گو یہ قدیم قاعدے کے خلاف ہے۔ لیکن دوسرے دیوتاؤں کے بجا رہی بھی، جو ایمان کامل سے عبادت کرتے ہیں۔ میری ہی عبادت کرتے ہیں اگرچہ طریقہ کے خلاف۔

۲۴۔ میں جملہ قربانیوں سے نتیجہ دینے والا مالک ہوں، لیکن وہ حقیقت میں مجھے نہیں جانتے اور اسی وجہ سے وہ دوبارہ پیدا ہوتے ہیں۔

۲۵۔ جو دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں وہ دیوتاؤں کے پاس پہنچے ہیں

ز بحر عشق یک قطرہ ظهور سر منہو رست
بظرف بہت عاشق ازیں کس تر مہنی جہد
(خواجہ احمدی)

بزرگ پرست بزرگوں آبا و اجداد
ہم پہنچے ہیں۔ عاصر پرست عسقل
کے پاس جاتے ہیں نیکن میری
عبادت کرنے والے مجھے پاتے ہیں

۱۶۔ جو مجھے خلوص محبت کے ساتھ ایک پتا، ایک پھول، پھل یا پانی نذر کرتا ہے اُسے
میں اُس عابد سے قبول کرتا ہوں، چہ سمجہ وہ خلوص و محبت (بھگتی) سے نذر
کرتا ہے۔

۲۰۔ اُسے کنتی کے بیٹے اتیرے اعمال
تیری خوراک، تیری قربانی، تیری
داد و دہش، تیرا زہد و تقویٰ سب
میری پیش کش کے لئے ہونا چاہیئے

میری ناز و عبادت، میری زندگی و موت۔ سب
نذر کے لئے ہے جو تمام عالموں کا وہ ہے۔
(ترجمہ قرآن کریم)

۲۸۔ اس طرح تو نیک و بد اعمال کی بندشوں سے آزاد ہو جائے گا۔ تو ترک دینا
کے لوگ پر عمل کر کے آزاد ہو جائے گا اور میرے پاس پہنچ جائے گا

جملہ مخلوقات میری نظر میں یکساں
ہیں میرے لئے نہ کوئی دوست
ہے نہ قابل نفرت۔ حقیقت تو یہ
ہے کہ جو دالما نہ از سرا خلاص
میری بھگتی (خدمت) کرتے ہیں وہ
مجھ میں ہیں اور میں ان میں

اور در دل سنت و دل من بدست او
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

خیام این از بہر گنہ ماتم چہیت
وز خور دن غم فائدہ بیش کم چہیت

۳۔ اگر وہ بھی جو نہایت گناہگار ہے
میری پر تشیح سوئی سے کرے

وہ بھی پاک باز شمار کیا جائے گا آں را کہ گنہ بحر و عنفراں بنود (ختم)
 چونکہ اس نے صحیح راستہ اختیار عنفراں زہرا سے گنہ آمد غم چلیست
 کیا ہے۔ نہ ہو اکی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری

نشان شانِ رحمت بن گیا دل فرسکاری
 ۳۱۔ اے کو قنیر! وہ شخص نہایت تیزی سے پاکباز ہو جائے گا اور دائمی مسرت
 حاصل کرے گا۔ یقیناً میرا بھگت کبھی فنا نہیں ہوتا۔

۳۲۔ اے پار تھ! جو لوگ مجھ میں پناہ
 لیتے ہیں۔ خواہ وہ گناہ ہی سے میخورد کہ علم دست گیر نہ عمل
 کیوں نہ پیدا ہوئے ہوں۔ خود اَلَا کرم در حمت حق عز وجل
 وہ عورتیں ہوں۔ دلش ہوں۔ ایں طائفہ کہ از خری مے نخورند
 حتیٰ کہ خود ہوں۔ لیکن وہ بھی از جملہ انعام شمار لے احوال
 بلند زین راستہ پر چلتے ہیں۔ (ختیام)

۳۳۔ تبرک بر بہنوں اور مقدس راج رشیوں کا تو ذکر ہی کیا۔ چونکہ تو اس ناپائدار
 اور غمناک دنیا میں آیا ہے۔ لہذا میری پرستش کر۔

۳۴۔ صرف مجھ پر اپنا دل جما۔ میرا شیدا فی بن۔ میرے لئے قربانی کر۔ مجھے سجدہ
 کر اور اس طرح اپنے نفس کا توازن قائم کر کے اور مجھے مقصد اعظم بنا کر تو
 مجھ سے واصل ہوگا۔

اوم۔ تہ۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نعمۃ خداوندی کا نواں مکالمہ جسے عرفان وراز کا
 بادشاہ کہتے ہیں جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم
 حقیقت الہی ہے۔

دسواں مکالمہ

جلوہ ہائے خداوندی کا یوگ

اس فصل میں خدا کی صفات کی تفصیل ہے اور بتایا گیا ہے کہ خدا کا جلوہ ہر شے میں ہے۔ لیکن وہ سب سے بلند ہے۔
مقدس آقانے فرمایا۔

۱۔ ہاں اے قوی بازو! پھر میرے بزرگ الفاظ کو سن! جن کا اظہار تیری بھلائی کے لئے کیا جاتا ہے جو تکمیل و تیرا محبوب ہے۔

۲۔ دیوتاؤں، یارشیوں کا گردہ میری پیدائش کو نہیں جانتا۔ چونکہ میں جلد دیوتاؤں اور یارشیوں سے اول ہوں۔

۳۔ جو مجھے جانتا ہے کہ میں غیر مخلوق ہوں، ازلی ہوں اور مالک الملک ہوں۔ وہی فانی انسانوں میں ایسا ہے جو دائرہ جہل سے نکل کر حلقہ گناہوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۴۔ عقل، معرفت، عدم فریب، عفو، صدق، ضبط، حواس، اطمینان، لذت و اہم پیدائش و فنا، خون و جوارت۔

۵۔ غیر انڈیا، رسانی، یکساں بودن، باہر کس۔ قناعت، ازہد، خیرات، شہرت و دنیا می یہ ہیں مختلف خصوصیات جانداروں کی جو مجھ سے پیدا ہوتی ہیں۔

۶۔ سات بڑے رشی۔ قدیم چودہ (کمار) اور سترہ میری قدرت اور نفس سے

۱۔ کنوارے نوجوان جو اس دنیا کے بلند ترین بزرگ مجھے جانتے ہیں۔

۲۔ کسی نسل کے سردار اور قانون ساز۔

پیدا ہوئے ہیں۔ اُن سے یہ نسل بڑھتی ہے۔

۷۔ جو میرے جلال اور طاقت کی حقیقت سے واقف ہے۔ وہ بلا شک و شبہ یوگ سے توازن حاصل کرتا ہے۔

۸۔ میں سب کا خالق ہوں۔ سب کی ارتقا مجھ سے ہوتی ہے۔ یہ بات سمجھ کے عارفِ مَحْوِیت کے عالم میں میری عبادت کرتے ہیں۔

۹۔ وہ میرا ہی تصور کر کے اپنی جان کو مجھ پر گم کر کے ایک دوسرے کو میری باتیں سمجھائے ہوئے۔ ہمیشہ میرا ہی ذکر کرتے ہوئے مصلحین اور سرور ہستے ہیں۔
۱۰۔ اُن لوگوں کو جو ہمیشہ توازن قائم رکھتے ہیں اور میری عبادت جھگتی سے کرتے ہیں۔ میں عقل کا یوگ (بدھی یوگ) دیتا ہوں جس کی وجہ سے وہ میری حقنوری حاصل کرتے ہیں۔

۱۱۔ اُن پر خالص رحم کی وجہ سے	گفت پیغمبر کہ حق فرزدہ است
میں اُن کے نفوس میں حلول	من یکنجمن بیچ در بالا و لیست
کر باتا ہوں اور میں اس تاریکی	در زمین و آسمان و عرش تیز
کو جو جہات سے پیدا ہوتی۔	من یکنجمن ایں لقیں داں سے عزیز
معرفت کے روشن چراغ سے	د۔ دل مومن یکنجمن اے عجب
دور کر دیتا ہوں۔	گر مرا جوئی در آں و لہا طلب (شنتی)
	پر تو حسنت یکنجند در زمین آسمان
	بسکہ حیرانم دروں سینہ چوں جا کردہ (عاقظ)

ارجن نے کہا:-

۱۲۔ تو عظیم ترین برہم ہے۔ سب سے اونچا درجہ ہے۔ مکمل پاکیزگی ہے۔ اور سرمدی و خداوندی ذات ہے۔ تو خدا کے اولین ہے۔ غیر مخلوق۔ مالک۔

۱۳۔ سب رشتوں نے یوں ہی آپ کی تجید کی ہے۔ اسی طرح مقدس رشتہ اُرد
نے بھی فرمایا ہے اسی طرح اُست دیول۔ اور ویاس نے کہا ہے۔ اور
اب آپ بھی ہی فرماتے ہیں۔

۱۴۔ کیشو! جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق ہے۔ میں ایمان لاتا ہوں۔ اے مقدس آقا
آپ کے ظہور کو نہ تو دیتا ہی سمجھ سکتے ہیں نہ داندو نمولی درجہ کے دیوتا یا اولیا اللہ
۱۵۔ اے پرشوتم! حقیقت یہ ہے کہ آپ خود اپنی ہستی سے واقف ہیں۔ آپ
مخلوقات کا سرچشمہ ہیں۔ اور اُن کے مالک۔ آپ دیوتاؤں کے دیوتا ہیں۔
اور دُنیا کے حاکم۔

۱۶۔ محرم فرما کے۔ واضح طور پر اپنے
خداوندی جلال کا اظہار فرمائے
جس کی وجہ سے ان عالموں میں
جاری دساری ہو کر تو باقی ہے۔

براہمچن ہمدہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دگر سے رامی پرستند

۱۷۔ اے راز والی ہستی میں کسی طرح تیرا مراقبہ کر کے تیری معرفت حاصل کر سکتا
ہوں۔ اے آقائے جبار! میں کس کس رنگ میں تیرا دھیان کر سکتا ہوں۔
۱۸۔ اپنے لوگ اور جلال کا حال بالتفصیل بھر بیان فرمائیے۔ آپ کے حیات
بخش کلمات سے میں کبھی سیر نہیں ہو سکتا۔
مقدس آقائے فرمایا۔

۱۹۔ تجھ پر سلامتی ہو، میں اپنی خداوندی عظمت کا حال مع اس کی خاص خاص
صفات کے بیان کرتا ہوں۔ اے کردوں کے برگزیدہ انسان! میری صفات
کی کوئی حد نہیں ہے۔

۲۰۔ اے گڈا کیش! میں وہ آتا ہوں | انا من اھوی ومن اھوی انا

جو سب جانداروں کے درمیان
تخن روحت حلائق ابدنا
میں قائم ہے۔ اور میں سب
فاذا البصرتنی البصر رتہ
مخلوقات کی ابتداء۔ وسط اور
واذا البصر رتہ البصرت اشتر برتہ
انتہا ہوں۔
(جس مجھے محبت جودہ اور میں ایک ہی ہوں)

- ۲۱۔ اوتیوں میں دشمن ہوں۔ روشن چیزوں میں نور شدید درخشاں ہوں،
ہواؤں میں مرتبگی ہوں۔ اور ستاروں کے مجموعوں میں ماتہاب ہوں۔
۲۲۔ میں دیدوں میں سام دید ہوں۔ دیوتاؤں میں اندر ہوں۔ حواس میں
منج ہوں اور جانداروں کا ہوش ہوں۔
۲۳۔ رُردوں میں شکر ہوں۔ دیوتاؤں اور راکھشوں میں دتیش ہوں اور
کاپادک ہوں اور بلند پہاڑوں میں میتر ہوں۔
۲۴۔ اے یارتھ! مجھے جان لے کہ میں پرودہ ہوں میں برہمستی ہوں سپہ سالاروں
میں اسکند ہوں اور پانی والی جگہوں میں عمان ہوں۔
۲۵۔ بڑے ریشیوں میں بھرگہ ہوں۔ کلام میں کلمہ خاص (اوم) ہوں۔ قربانیوں
میں ذکر خفی ہوں اور غیر متحرک چیزوں میں ہمالیہ ہوں۔
۲۶۔ درختوں میں اسوتھ پیل، ہوں۔ اولیاء اللہ میں نادر ہوں۔ گندھروں
(نورانی ہستیوں)، پیں چترتھ ہوں اور کالموں میں کیسل متی ہوں۔ یہ منی
(PERSONEL GOD) یا شخصی خدا کا منکر ہے)

۲۷۔ مجھے گھوڑوں میں اُچھے شروا جان لے جو اُمرت (آب حیات) سے مخلوق
ہے۔ میں ہاتھیوں میں ایرات اور آدمیوں میں بادشاہ ہوں۔

۲۸۔ ہتھیاروں میں صاعقہ بول گویں
ہوالاول والاخر والظاہر والباطن
میں کام دھوک طعن ہوں۔ مور نوں
(سورہ صمد)

میں کنڈرپ ہوں اور سانپوں ترجمہ:- وہ آڈل ہے، وہ آخر ہے۔ وہ
میں واسو کی ہوں۔ ظاہر ہے، وہ باطن ہے۔

۲۹۔ ناگول میں انت ہوں ساکنان بحر میں دُون ہوں۔ تقدیر میں اریا ہوں،
اور سزا دینے والوں میں نیم ہوں۔

۳۰۔ دیتوں میں پرہاد ہوں۔ محاسلوں میں زمانہ اجل ہوں۔ جگہی درندوں میں شاہ
حیوانات (شیر) ہوں اور پرندوں میں ونیتیا ہوں۔

۳۱۔ تیز چلنے والوں میں ہوا ہوں۔ ہتھیار بندوں میں رام ہوں، پھلیوں میں بگچہ
ہوں اور دریاؤں میں گنگا ہوں۔

۳۲۔ اے ارجن! مخلوقات میں ابتدا و وسط اور انتا ہوں علوم میں علم الہی (برہم
ودیا) ہوں اور خطیبوں کی زبان بھی میں ہی ہوں

۳۳۔ حرور میں الن ہوں، اور
مرکبات کی ترکیب ہوں۔ میں
غیر محدود زمانہ ہوں۔ اور میں ہی
حافظ ہوں جس کا منہ ہر طرف ہے

۳۴۔ میں سب کو فنا کرنے والی موت ہوں اور جو آئندہ پیدا ہوگا اس کا سرخسہ ہوں
اور نونہ صفات میں شہرت، دولت، تقریر، حافظہ، ذہن، استقلال اور عفو ہوں۔

۳۵۔ مناجاتوں میں بہت سامن ہوں اور دیدوں میں گائتری ہوں، اہلیوں میں
اگھن (مار) کھسیرش ہوں، موسموں میں موسم بہار ہوں

۳۶۔ چالاکوں میں جوا ہوں۔ عظمت
ایشا کا جلال ہوں۔ میں فتح ہوں
جد ہر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
خدا ہی کا جلوہ میاں دیکھتا ہوں

لے وہ سانپ جو عقل کی تعلیم دیتے ہیں۔ لے دیوتا دیابن انش

استقلال ہوں اور حقیقت شناسوں { یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب علینِ حق ہے
 کج حقیقت ہوں، میں ہی ہوں { کہ میں بجز ہستیِ رداں دیکھتا ہوں
 روبرو اور دل کی قوت (نیشان)

۳۷۔ ورفینوں کا واسطہ دلو ہوں۔ پانڈلوں میں وطن ہے ہوں۔ صوفیوں میں دیبا
 ہوں اور شاعروں میں اُشنا مغنی ہوں۔

۳۸۔ میں حکمرانوں میں عصائے حکومت ہوں۔ خواہانِ ظفر کے لئے انصاف ہوں۔
 رازدوں میں خامشی ہوں اور عارفوں کی معرفت میں ہی ہوں۔

۳۹۔ جملہ اشیا کے اندر جو نیچ ہے وہ { معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
 میں ہوں۔ غرضکہ کوئی متحرک یا { از ماہ تا باہی سب جو ظہور تیرا
 ساکن چیز ایسی نہیں ہے جو بغیر { وحدت کے میں یہ جلوئے نقشِ نگار کرت
 میرے موجودہ کے (پاییدہ ہو سکے) { اگر سیر معرفت کو باوئے شعور تیرا (نیشان)

۴۰۔ میری صفاتِ خداوندی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اے پرتپ! جو کچھ بھی بیان
 کیا گیا ہے اُس سے میری عظمت و جلال کا محض ایک اندازہ ہو سکتا ہے۔

۴۱۔ بس یہ سمجھ لے۔ جو کچھ بھی اس دنیا سے عظمت، سعادت، جمال و جلال ہے۔
 وہ میری عظمت و جلال کا ایک جزِ ذلیل ہے۔

۴۲۔ لیکن اے ارجن! ان جزئیات کے علم سے تجھے کیا حاصل۔ میں نے اپنے
 جزِ ذلیل سے اس کائنات کو معمور کر دیا ہے۔ اور میں اپنے ایک جزِ ذیل سے دنیا
 کے بنانے کے باوجود جلیسا تھا دلیا ہی موجود ہوں۔

حق حق حق

اس طرح ختم ہوتا ہو نغمہِ خداوندی کا دسواں مکالمہ جلوہ ہائے خداوندی
 کا یوگ جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم الہی ہے

گیارہواں مکالمہ

مشاہدہ جلوۂ الہی یا ذاتِ مطلقہ درشن

اس مکالمہ میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ارجن نے شاہدہ جمال خدیوہ کی نیا اور جلوۂ الہی سے خوف و حیرت طاری ہو گئی۔

ارجن نے کہا:-

۱۔ ازراہِ ترجمِ آپ نے روح کا رازِ عظیم ظاہر فرمایا ہے۔ اس سے میرا دھوکہ دور ہو گیا ہے۔

۲۔ اے کنول کی سی آنکھوں والے! میں نے آپ سے مخلوقات کی تخلیق اور فنا کا مفصل حال سنا اور آپ کی غیر فانی عظمت کا بھی حال معلوم ہوا۔

۳۔ اے پریشورِ خالقِ اعظم! جس طرح آپ نے اپنے جلال کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح میں آپ کے ہمہ گیر جمال کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔

۴۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے

تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھتے ہوں اور بنجائیں گے تصویرِ حیران ہونگے (مومن)

جواں کی تاب نہ لاسکوں گا اے

آقا! تو میں یہ سوچ کر تاہوں کہ

(اے لوگ کے مالک! مجھے

اپنی غیر فانی صمدیت کی زیارت

کرا دیجئے۔

مقدس آقا نے فرمایا:

۵۔ اے پار تھ! دیکھ میرے مظاہر دیکھ، صد گونہ ہزار گونہ، مختلف اقسام کے خداوندی مظاہر (صورتیں) دیکھ جس میں گونا گوں تسکلیں اور رنگ ہیں۔

۶۔ آدیتوں، دسوں، رُدروں، آشوں اور مرتس کو دیکھ۔ اے بھارت ان عجائبات کو دیکھ جن کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

۷۔ یہاں آج کل کائنات کو دیکھ لے متحرک اور ساکن سب میرے جسم میں قائم ہیں۔ اے گدائش! اور جو کچھ تو دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ بھی اس میں موجود ہو۔

۸۔ لیکن تو ان فانی آنکھوں سے مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ میں تجھے خداوندی آنکھیں عطا کرتا ہوں۔ دیکھ۔ میرا جلالی لوگ دیکھ۔

روبر چشم تصور کے وہ ہر دقت رہے
نہی آنکھ کے ان کا جو نظارہ نہ کیا
(حسوت)

سنجے نے کہا:-

۹۔ اے راجہ! یہ کہہ کر لوگ کے خداوند اعظم ہری (کرشن) نے پار تھ کو اپنا عظمت جلوہ (روپ) بحیثیت الشور کے دکھایا۔

۱۰۔ جس میں متعدد آنکھیں اور منہ تھے۔ بہت سے عجیب منظر تھے۔ بے شمار خداوندی زیور تھے اور بہت سے خدائی ہتھیار تھے جو بلند تھے۔

۱۱۔ آسمانی بار اور غلے پہنے ہوئے بہشتی خوشبوؤں میں لسی ہوئی وہ بحر عالم ہستی (اس طرح ظاہر ہوئی) کہ اُس کا منہ ہر طرف تھا۔

۱۲۔ اگر ہزاروں آفتاب یکایک آسمان پر روشن ہو جائیں۔ تب شاید اُس تمام کے جلال کی مانند ہوں۔

لے نور چشم عقل و جاں بخت دل سلاطین توئی
چوں صد ہزاراں ماہ و نور بے آسماں تاباں توئی
ہم ساکن و جفاں توئی کیساں فی صدیاں توئی
پستی توئی بالا توئی ہم تن توئی ہم جاں توئی
(شخصِ قدیرِ یزدی)

۱۳۔ وہاں ارجن نے کل کائنات کو اس طرح دیکھا کہ وہ بہت سے حصوں میں منقسم ہے اور سب ایک ساتھ خداؤں کے خدا کے جسم میں موجود ہے۔

۱۴۔ تب وہ (دھنن جے) دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ جسم پر رونگھے ٹکھڑے ہو گئے اور اس نورانی ہستی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سجدہ کیا اور کہنے لگا۔

چاک پر وہ سے غننے میں تو لے پردہ نشیں
ایک میں کیا کہ سبھی چاک گریاں ہوں گے
(مومن)

ارجن نے کہا:-

۱۵۔ اے خدا میں تیری شکل کے اندر جملہ دیوتاؤں کو دیکھ رہا ہوں۔ اُس میں مخلوقات کے مارچ (ارتقا) صاف صاف نظر آرہے ہیں۔ برہما اپنے کنول کے تحت پر جلوہ افروز ہے سب خدا دندی رشی اور برانپ موجود ہیں

۱۶۔ جس کے بے شمار منہ، آنکھیں، ہاتھ اور سینہ ہیں۔ ہر جگہ تیری ذات نظر آتی ہے۔ اے غیر محدود شکل نہ تو مجھے (اے غیر محدود آقا) تیری ابتدا معلوم ہوتی ہے نہ وسط اور نہ انتہا (اے لامتناہی ہستی)

دانہ خمن ہے یہیں قطرہ ہن دریا ہم کو
اے ہے جز میں نظر کل کا تب شام کو
(مومن)

۱۷۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر جگہ جلال ہی جلال ہے مجھے (بکر) گرز اور ترسول نظر آرہے ہیں، جو آگ کی طرح روشن ہیں اور آفتاب کی روشنی کی طرح نظر کو خیرہ کرتے

کابل ہو جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہو جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
(حاکم)

ہیں۔ لامحدود فضا میں ہر طرف

تیرا ہی جلوہ ہے۔

۱۸۔ میں نے دیکھا کہ تو جاننے کے لائق ہے، غیر فانی ہے۔ اور عظیم ہے۔ تو اس دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ دھرم کا محافظ ہے اور میں تجھے قدیم ہستی ماننا ہوں۔

۱۹۔ تیرا نہ آغاز ہے، نہ وسط ہے نہ انتہا، غیر محدود قوت، لا تعداد بازو و سورج چاند کی سی آنکھوں والے۔ میں قربانی کی آگ کی طرح تیرا چہرہ دیکھ رہا ہوں اس کا جلال اپنے نور سے عالموں کو منور کر رہا ہے۔

۲۰۔ زمین، آسمان اور ان دونوں کے درجہ دار خیال معشوقہ ماست دریا کی خطے اور سمیتیں سب تیرے فتن بطلوان کعبہ از عین خطاست جلوے سے معمور ہیں۔ اے جبار! گر کعبہ از دلوے مدارد کنش است تیرے جبروتی اظہار صورت کے بالوے وصال او کنش کعبہ ماست سامنے تینوں عالم سربسجود ہیں۔ (شمس تبرین)

۲۱۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ روئے تیرے اندر جا رہے ہیں بعض خون سے ہاتھ جوڑ کر تیرے سامنے گڑ گڑاتے ہیں۔ بڑے رشتی اور بدھ سب تیری تسبیح کرتے ہیں۔ اور شاندار بھجن تیری تعریف میں گاتے ہیں۔

۲۲۔ گردن، دوسرا، سادھیا، اوتیہ، وشو، آشون، مروت، آشپ، گندھو، کیش، بدھ، آسود، غرضیکہ جملہ مافوق الفطرت قوتیں، سب تیرے جلوہ سے متحیر ہیں۔

۲۳۔ میں اور تمام دنیا تیری حبیب صورت کو دیکھ کر لرز رہے ہیں وہ زبردست صورت، جس میں لے شمار منہ اور آنکھوں، ہر، دروازہ دہیں، لا تعداد

پیر ہیں۔ فراخ سینہ ہے اور بے شمار آتشیں دانت ہیں۔

۲۳۔ رنگ برنگ کی نورانی شکل
دل بے تاب جو قابو میں نہیں ہو حسرت
والے تو آسمان تک ہیں۔ منہ
نگہ ناز نے کیا جانئے کیا دیکھا ہے
کھلے ہوئے ہیں۔ بڑی آنکھوں
(حسرت)
دیارِ حسن میں اللہ رے واہنگی دل کی
انھیں سوچ چھتا ہوں بخودی میں بدعا اپنا
ہے۔ تجھے دیکھ کر میری طاقت
(ستھیل)
اور کون فنا ہو گیا ہے۔

۲۵۔ زمانہ کے تباہ کن شعلوں کی طح تیرے دانت نظر آتے ہیں۔ جو کھڑے ہوئے
ہیں اور کشادہ جبرڑوں میں پھیلے ہوئے ہیں نہ مجھے کوئی جائے پناہ معلوم ہوتی
ہے نہ ٹھہرنے کی جگہ، اے خدا رحم! اے کل عالموں کے لمجا دما دلی رحم!
۲۶۔ دھرت راشٹر کے بیٹے اور ان کے ساتھ کل دنیا کے راجاؤں کا گردہ
بھیشم دودن۔ سوت کا لکھا اکرن، اور میری طرف کے سب شریف ترین
جنگ جو۔

۲۷۔ تیرے کشادہ منہ میں ددڑتے ہوئے جا رہے ہیں، جس میں خوفناک دانت
ہیں۔ اور دیکھنے میں عیب ہیں۔ کچھ لوگ آپ کے دانتوں کی ریخوں میں
بجھنس گئے ہیں۔ اور ان کے سر پر سرمرہ ہو گئے ہیں۔

۲۸۔ جس طرح دریاؤں کا سیلاب تیزی سے رواں ہوتا ہے۔ اور سمندر کی گود
میں زوروں سے گرتا ہے۔ اسی طرح یہ قوی آدمی، یہ دنیا کے راجہ
تیرے شعلہ فشاں منہ میں اپنے آپ کو ڈالتے ہیں۔

۲۹۔ جس طرح روشن شعلہ پر بے تابانہ پرداز کر کے تیز رفتاری سے پروانے
گرتے ہیں۔ اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ تیری سے تیرے منہ

میں گرتے ہیں تاکہ فنا ہو جائیں۔

۲۔ ہر طرف سے عالم سوز شعلے اپنی آتشیں زبانوں سے انانوں کو

حق آتشے فروختہ تاہر چہ ناحق سوختہ

آتش بسوز و قلب را۔ بر قلبیک آتش زند
(شمس تبذیر)
کیا پوچھتا ہے ہمد اس جسم ناتواں کی
رگ رگ میں نیش غم ہو کیئے کہاں کہاں کی
(ایک جان دفتر در محمد شاہ)

چاٹ رہے ہیں۔ تیرے جلال سے فغا معمور ہے۔ اے دشمنو تیری سوزندہ شاعوں سو کائنات جل رہی ہے۔

۳۱۔ اے ہیبت ماکشکل والے میں آپ کو آغاز سے جانتا چاہتا ہوں۔ مجھ سے اپنی حقیقت بیان فرمائیے، میں آپ کو سجدہ کرتا ہوں، رحم! خداوند برتر، رحم! میں آپ کی اس شکل کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔ مقدس خداوند نے فرمایا:-

۳۲۔ میں زمانہ ہوں اور دنیا کو فنا کرنے کے لئے ظاہر ہوا ہوں (ان ہادوں میں سے جو صف بستہ کھڑے ہیں ایک بھی نہ بچے گا۔ اگر تو نہ بھی لڑے تو کوئی زندہ نہ رہے گا۔

۳۳۔ لہذا کھڑا ہوا اور اپنے لئے شہرت حاصل کر، اپنے دشمنوں کو زیر کر اور نہ نیز سلطنت کا لطف اٹھا، میں انھیں فتح کر ہی چکا ہوں، اب تو خطا ہری سبب بن۔ اے بایں ہاتھ والے!

۳۴۔ درون اور بھیشم، جید رتھ اور کرن اور جملہ دیگر لڑنے والوں کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ ان کو بے خوفی سے تباہ کر، جنگ کر۔ میدان کارزار میں اپنے رقیب کو یقیناً تو شکست دے گا۔
سنجے نے کہا:-

۳۵۔ کیشو کے یہ الفاظ سن کر اس تاجدار نے ہاتھ جوڑ کر کانپتے ہوئے سجدہ کیا اور خون سے لگت کرتے ہوئے سر خم کر کے یوں گویا ہوا۔
 ار جن نے کہا:-

۳۶۔ ہریشی کیش بجا طور پر دنیا تیری عظمت و جلال کے گیت گاکر سرور ہوتی ہے۔ راکشس خون سے ہر طرف بھاگتے ہیں اور سب دھول کے گروہ سجدہ کرتے ہیں۔

۳۷۔ اے ہامتا! وہ کیوں نہ تیرا سجدہ کریں تو سبب اول ہے۔ برہما کا بھی بنانے والا تو ہی ہے۔ اے لامتناہی خداؤں کے خدا، کل عالموں کے سہارے لافانی غیر مبدل اور مبدل وہ "ذات اعظم"۔

۳۸۔ تو ہی دیوتاؤں کا سردار ہے اور سب سے قدیم ہستی ہے۔ اور کل جانداروں کا عظیم ترین مخزن ہے۔ عالم و معلوم، آسمانی مکان، تیری وسیع ذات میں کل کائنات پھیلی ہوئی ہے۔

۳۹۔ تو ہوا ہے۔ یلم ہے۔ انکشی ہے
 چاند ہے، تو درن ہے، باپ
 ہے۔ اور سب کا بزرگ ہے۔
 سلام سلام، تجھ پر ہزار سلام،
 تجھ پر بار بار سلام (دیا سجدہ)

۴۰۔ تیرے آگے سجدہ تیرے پیچھے سجدہ، اے ذات کل تیرے ہر طرف سجدہ،
 لامحدود وقت، اور بے پایاں طاقت سے تو سب کو سہارا دے ہوئے ہے
 تو خود ہی کل ہے (ہوا کل)

۴۱۔ اگر کبھی اپنا دوست سمجھ کے میں نے شوخی سے تجھے پکارا کہ اے کرشن اے یاد د

اے دوست! چہچہ میں تیرے اس جلال سے ناواقف تھا۔ اور محبت کی شیفنگی میں دارستہ تھا۔

۴۲۔ اگر تجھے تکلفی سے تفریح، آرام یا کھانے کے وقت میں نے کبھی بے ادبی کی ہو۔ اے ذاتِ حصوۃ! یا کبھی دوستوں کیساتھ یا تنہا کوئی گستاخی کی ہو تو اے ذاتِ لائقہ! معاف فرما۔

اُمیدِ عفو ہے تیرے انصاف سے مجھے شاہد ہے خود گناہ کہ تو پردہ پوش تھا (قافی)

میں نے خطا یہ آپ کو لازم نہیں نظر یہ دیکھیے کہ آپ کی شانِ عطا ہے کیا (حسرت)

۴۳۔ عالموں کے باپ۔ متحرک اور ساکن اشیاء کے والد، تو بزرگ ترین مرشد ہے تجھ سا کوئی اور نہیں ہے۔ نہ تجھ سے کوئی بڑا ہے۔ کل عالموں میں تیری ذات بلند تر ہے

۴۴۔ ہند میں تیرے سامنے گرتا ہوں اور اپنے جسم سے مناسب عبادت کرتا ہوں مجھ پر رحمت نازل فرما، جیسا باپ بیٹے کے لئے، دوست دوست کے لئے محبوب جلیب کے لئے ہوتا ہے۔ تو میرے لئے ہو یا۔

۴۵۔ میں نے وہ دیکھا ہے جو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ میرا دل سرور ہے۔ لیکن خون سے لہ رہا ہے۔ اے خدا مجھے اب اپنی دوسری صورت دکھا، رحم! اے خداؤں کے خدا، اے دنیاؤں کے سکُن رحم!!

۴۶۔ سرہر تاج، ہاتھوں میں عصا اور چکر میں پھر اس پہلی حالت میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اے آقا! اے ہزار ہاتھوں والے۔ اے ان گنت شکلوں والے! اپنی چار بازوؤں والی صورت پھر بنا لیجئے۔

مقدس خداوند نے فرمایا۔

سُرخِ راکھ عارفِ سالک بہ کس نہ گفت
درِ حیرتِ کم بادہ فروش از کجا مشیند
(محاط)

۴۷۔ اے ارجن تو نے میری عنایت
دیکھ لی اور یہ جلالی صورت میں نے
اپنے لوگ سے ظاہر کی۔ اس
دات کو تیرے ہوا کبھی نے نہیں
دیکھا، جو روشن غیر متناہی اور
اولین ہے۔

۴۸۔ انسان اس شکل کا درشن نہ تو قربانی سے حاصل کر سکتا ہے نہ دیدل سے، نہ
خیرات سے اور نہ اعمال سے۔ اور نہ یہ زیارت، ریاضت شاقہ اور گہرے
مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اے کو دلوں کے سردار! صرف تجھے یہ سعادت
نصیب ہوئی ہے۔

۴۹۔ اس وجہ سے حیراں و پریشان نہ ہو کہ تو نے یہ سب صورت دیکھی ہے۔
خوف کو دور کر، اور دل کو مطمئن ہونے دے۔ اب پھر میری معمولی شکل دیکھ
سنجھے لے کہا:

۵۰۔ اس طرح واسود دیو نے ارجن سے کہہ کر اپنی اصلی شکل اختیار کر لی۔ اور
خوفزدہ ارجن کو تسکین دینے لگے اور ہاتھ پیر اپنی نرم وضع اختیار کر لی۔
ارجن نے کہا:-

۵۱۔ اے بجز اول آپ کی کیا نہ منع
دوبارہ دیکھ کر میرے حواس بجا
ہوئے اور اب میں اپنی اصلی
حالت پر واپس آ گیا ہوں۔
مقدس آقا نے فرمایا:-

وائے ناکامی نہ سمجھاؤں ہے پیشِ نظر
میں کہ حسنِ یار کا محو تماشا ہو گیا
(حسرت)

۵۲۔ جس شکل کو تو نے دیکھا ہے اسکا
 دیکھنا بہت مشکل ہے۔ حقیقت تو
 یہ ہے کہ اس صورت کو دیکھنے
 کے لئے دیوتا تک ترستے ہیں۔

دل کو نیازِ حسرت دیدار کر چکے
 دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی میں
 (غالب)

۵۳۔ نہ یہ ممکن ہے کہ جس طرح تو نے دیکھا ہے اس طرح مجھے دیدوں یا ریاضتوں
 کے ذریعہ سے دیکھا جاسکے، نہ خیرات کے ذریعہ سے کوئی دیکھ سکتا ہے نہ نذر
 کے ذریعہ سے

۵۴۔ لیکن اے ارجن! صرن میری
 محبت سے عبادت کرنے والے
 ہی مجھے اس طرح دیکھ سکے ہیں

اب دل ہے اور فراغِ محبت کی راتیں
 تشویشِ زندگانی و فکرِ اجل گئی
 (رحمت)

اور اے پررتپ! صرن مجھ (بھگتی) ہی سے وہ میرے جو ہر کو دیکھ سکتے
 ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں اور اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۵۵۔ اے پانڈو! وہ جو میرے لئے اعمال کرتا ہے جس کا مقصد اعظم میں ہی ہوں
 اور ہر چیز سے بے تعلق ہو کر کسی مخلوق سے دشمنی نہیں کرتا۔ وہی مجھ تک پہنچ
 سکتا ہے۔

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا گیارہواں مکالمہ شاہدہ جلوہ
 الہی یا ذات مطلق کا درشن جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے
 سلسلہ میں برہم دیا ہے۔

بارہواں مکالمہ

بھگتی لوگ طاعت بہ محبت

اس مکالمہ میں خدا کی پرستش کا طریقہ عشق حقیقی کے ذریعہ بتایا گیا ہے۔ لیتا کی یہ سب سے چھوٹی فصل ہے اور اس کا ایک ایک لفظ یاد رکھنے کے لائق ہے۔
ارجن نے کہا:-

۱۔ جو عابد متوازن ہو کر ہمیشہ تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ جولا فانی اور غیر شہود کی عبادت کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کون لوگ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔

۲۔ کرشن نے فرمایا کہ وہ جو مجھ پر خیال جمائے ہمیشہ توازن جو س قائم رکھتے ہیں اور میری پرستش کرتے ہیں اور جن کا ایمان ٹھیک ہے۔ میری رائے میں وہ لوگ میں بہتر ہے۔

۳۔ ۴۔ اور وہ لوگ جو ذات لافانی، غیر محدود، غیر شہود، ہر جگہ حاضر ناقابل تصور، ناقابل تبدل، اور نہ ملنے والی ابدی ہستی کی پرستش کرتے ہیں، اور اپنے حواس کو روک کر اپنے قابو میں رکھتے ہیں ہر چیز کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور سب کا بھلا چاہ کر خوش ہوتے ہیں۔ دماغی میرے ہی پاس آتے ہیں۔

۵۔ جن لوگوں کے دل غیبی ہستی پر لگے ہوئے ہیں ان کو زیادہ وقت اور دشواری ہے جو مجھ سے دالوں
سلاں گزبانستہ کہ بت چیت
برانستہ کہ دیں دربت پرتی است

کو نظر نہ آنے والی ہستی تک { اگر شرک زبٹ آگاہ گشتے } محمود صبر سیر
پہنچا بہت مشکل تیز { کجا ددیں خود گمراہ گشتے } (حسن لار)

۶۔ وہ جو کل اعمال مجھ پر چھوڑ کے اور مجھ پر توکل کر کے میری عبادت اور میرا
مراقبہ دلی یوگ سے کرتے ہیں اُن کو میں تیزی سے ہستی اور موت کے سمندر
سے نکال لیتا ہوں۔ چونکہ اے پارتھ اُن کے دل مجھ سے وابستہ ہیں

۸۔ اپنا دل مجھ میں رکھ اور مجھ میں
اپنی عقل کو داخل ہونے دے { تو خود گم شہر وصال اینست و بس
گم شدن گم کن کمال اینست و بس }
اس کے بعد تو ہمیشہ مجھ میں رہے گا

۹۔ اگر تو اپنا دھیان پورے طور پر مجھ پر نہیں جاسکتا تو ریاضت و ورزش کے
یوگ سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش - اے دھن جے ا

۱۰۔ اگر تجھ سے مسلسل ریاضت و ورزش بھی نہیں ہو سکتی تو میری خدمت ہی کر میرے لئے
اعمال کر کے تو کمال حاصل کرے گا۔

۱۱۔ اگر تجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے، بہرے یوگ میں پناہ لے کر ضبط نفس
کر کے ثمرہ اعمال کو ترک کر دے۔

۱۲۔ یقیناً مسلسل ورزش سے دانش (عرفان) بہتر ہے۔ گیان سے مراقبہ بہتر ہے
مراقبہ سے ثمرہ اعمال کا ترک کرنا بہتر ہے۔ اور ترک کرنے سے فراغتِ اطمینان

لے اس شعر سے بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ان کے دیکھے خدا کی پرش ناممکن ہے۔ یہ
خیال غلط ہے اس لئے کہ اس شعر میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسی عبادت کل ہے۔ ناممکن یا محال نہیں ہے
اس سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ بت پرستی جائز ہے۔ اور اگر آپ تیرہویں کالم کے اشارہ نمبر ۱۰
نمبر ۱۰ کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی کوئی صورت نہیں۔ وہ منزہ عن الصفتا
ہے اور غیر مشہود اور غائب ہے۔

حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ وہ کسی جاندار سے کینہ نہیں رکھتا

جو سب کا بی خواہ اور رحیم ہے۔

جو حرص سے خالی اور خودی سے

دور ہے جو حسرت و غم میں یکساں

رہتا ہے اور خطا بخش طبیعت

رکھتا ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

۱۴۔ جو ہمیشہ تائب، متوازن اور نفس کو قبضہ میں رکھتا ہے۔ جو مستقل مزاج ہے۔

اور جس کا دل و دماغ میرے لئے وقف ہے۔ وہ میرا محبوب پرستار ہے۔

۱۵۔ جس سے نہ دنیا ڈرتی ہے نہ وہ دنیا سے ڈرتا ہے۔ جو انکار نشاط و غضب

و خون سے آزاد ہے وہ میرا محبوب ہے۔

۱۶۔ جو کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا

وہ متقی، ماہر۔ نئے نفس، پر سکون

اور ہر خواہش کو ترک کر دینے

والا ہے۔ وہ میرا محبوب پرستار ہے

گر تجھ کو ہے اُمیدِ اہلباتِ دُعا نہ مانگ

یعنی بغیر یک دل بے دعا نہ مانگ

(غالب)

۱۷۔ جو نہ نفرت کرتا ہے نہ محبت، نہ

رجح کرتا ہے نہ خواہش، جو نیک بہ

کاتا رک ہے اور میری شفقتی سے

معمور ہے وہ میرا محبوب ہے۔

محبت میں نہیں سو فرقی جینے اور مرنے کا

اسی کو کچھ کہہ جیتے ہیں جس کا فیہ دم نکلے

(غالب)

برنگِ سروریں آزاد باغِ عالم میں

ہے ایک اُن کی غزاں و بہار کی صورت

۱۸۔ جو دشمن اور دوست کو ایک نگاہ

سے دیکھتا ہے اور نیک نامی بڑ نامی

میں یکساں رہتا ہے، جو سردی
و گرمی لذت و الم میں ایک ہی
طرح رہتا ہے اور تعلقات سے
آخر پذیر نہیں ہوتا۔

۱۹۔ جو تعریف و ملامت کو یکساں قبول کرتا ہے جو خاموش ہے اور ہر آنے والی
بات پر مکمل طور پر رتی نفع رہتا ہے جس کا گھر گھیس نہیں ہو جو دل میں مضبوط ہے
اور عشق حقیقی سے معمور ہے وہ شخص میرا محبوب ہے۔

۲۰۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جو اس
اُمّت و دھرم زوال کی جو کاری دہن
جان بخش میں جو یہاں بیان کیا
گیا ہے حصہ لیتے ہیں۔ اور ایمان
سے معمور ہیں۔ اور میں ان کا مقصد
اعظم ہوں وہ پرستار مجھے بہت
زیادہ محبوب ہیں۔

نخستین بادہ کا نذر جام کر دند
ز چشم مست ساقی دام کر دند
بجھیتی ہر کجا درد و لے بود
بہم کر دند و غشش نام کر دند

حق حق حق

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا بارہواں مکالمہ بھگتی یوگ یا
طاعت بہ محبت جو سری کرشن اور راجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں
علم معرفت الہی ہے۔



تیرھواں مکالمہ

امتیاز جسم و جان یا امتیاز شہد مشہود

اس مکالمہ میں بتایا گیا ہے کہ وہ ذات برتر جسم انسانی میں رہتی ہے۔ اور پھر بھی اعمال سے اثر پذیر نہیں ہوتی اور خود بھی عمل نہیں کرتی۔ بھگتی (عشق صادق) کے حامل ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ انسان غرور، تکبر، حرص، غضب اور جملہ خوارشات نفسانی کو ترک کر کے اپنی ہستی کو مٹا دے۔

ارجن نے کہا:-

۱۔ پرکرتی اور پریش (روح اور مادہ، میدان (مادہ) اور میدان کا عالم (روح، عقل اور وہ چیز جو عقل سے جاتی جاتی ہے۔ اے کیشو! ان باتوں کو جانتا چاہتا ہوں۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۲۔ اے کنٹی کے بیٹے! اس جسم کو میدان کہتے ہیں۔ اور اہل علم اسے "میدان کا عالم" کہتے ہیں جو اسے جانتا ہے۔

۳۔ اے بھارت میدان میں میدان کا عالم میں ہی ہوں (یعنی ہر قسم کے مادہ میں روح میں ہی ہوں، جسم و جان کے علم ہی کو میں معرفت سمجھتا ہوں۔

<p>ہم عاشق شیدا ستم، ہم دلبر زیبا ستم ہم دھرم دلاکھاں پنہاں ہم پیدا ستم ہم دوزخ و نیراں ستم ہم جنت و حورائیں ستم ہم مالک دنیا ستم ہم حاکم عقب ستم (ششتم تہرین)</p>	}	<p>۱۔ اے بھارت میدان میں میدان ۲۔ اے کنٹی کے بیٹے! اس جسم کو میدان کہتے ہیں۔ اور اہل علم اسے "میدان کا عالم" کہتے ہیں جو اسے جانتا ہے۔ ۳۔ اے بھارت میدان میں میدان کا عالم میں ہی ہوں (یعنی ہر قسم کے مادہ میں روح میں ہی ہوں، جسم و جان کے علم ہی کو میں معرفت سمجھتا ہوں۔</p>
--	---	---

۴۔ وہ میدان کیا ہے؟ اس کی ماہیت کیا ہے؟ وہ کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے؟

کہاں سے آیا ہے۔ اور وہ عالم میدان کیا ہے۔ اور اس کی کیا قوتیں ہیں۔ اب
 انحصار کے ساتھ ان کا حال سن۔

۵۔ بزرگوں نے مختلف طریقوں سے یہ نغمے گائے ہیں۔ اور مقل بہم سوتوں
 میں بیان کیا ہے۔

۶۔ مادی عناصر، غمخسہ، خودی، عقل، غیر مشہور، ہستی، قدرت، حواس یا زردہ،
 ایک حضور (من)، اور حواس غمخسہ کے عمل کے پانچ میدان (ایسی سب اصل
 جسم ہیں)۔

۷۔ آرزو یا خواہش، نفرت، لذت، الم (ترکیب حواس را با قالب)۔ قوت
 احساس، استقلال، بدیع اپنی تبدیلیوں اور خصوصیات کے مختصر میدان
 ہے (اسے چٹا کہتے ہیں)۔

۸۔ انکساری، سادگی، عدم تشدد، عفو، راستی، مرشد کی خدمت، پاکبازی،
 ۹۔ اشیائے حواس سے بے لوثی، عدم خودی، اور پیدائش، موت، بڑھاپے اور
 بیماری کی مضرت و غمخسہ کا احساس

۱۰۔ بے تعلقی۔ بیٹے، بیوی اور کن سے بے تعلقی، اور نفس کا ہمیشہ یکساں رہنا
 خواہ حسب خواہش واقعات پیش آئیں یا خلل خواہش۔

۱۱۔ لوگ کے ذریعہ سے میری مسلسل پرستش خلوت کے تقاموں میں جانا اور انسانوں

سے زیادہ قدیم میں نہایت جامع اور مقرر فردوں میں وسیع معنی جمع کئے جاتے تھے تاکہ بغیر کھے
 ہوئے یاد رہ سکیں۔ انھیں سوتر کہتے تھے۔ اور احوال جو ذات ابدی کے متعلق ہیں انھیں
 برہم سوتر کہتے ہیں۔ مہا بھوت یا عناصر غمخسہ بزرگین، باپتی، روتنی، ہوا، خلا۔ کہ حواس بدکانہ
 میں پانچ حواس علم کے ہیں اور پانچ عمل کے ہیں۔ حواس علم، ناک، آنکھ، کان، زبان اور
 کھال ہیں۔ عمل کے حواس ہاتھ، پاؤں، منہ وغیرہ ہیں۔

کی صحبت سے پرہیز کرنا۔

۱۲۔ روح کی معرفت میں وجہ۔ اور حقیقت کا ادراک کرنا اسے معرفت کہتے ہیں۔ اپنی اس کے غلات جو کچھ ہے وہ جہالت ہے۔

۱۳۔ میں اُس چیز کا بیان کر دوں گا جس کا جانا ضروری ہے جسے جاننے کے بعد بقائے ابدی حاصل ہوتی ہے۔ سرمدی نجات۔ جسے نہ ہست کہہ سکتے ہیں نہ نیست۔

اصل نزدیک و اصل دور کی کیفیت

ماہمہ سایہ ایم و نور کی کیفیت

نامہ ایزدی تو سر بستہ

باز کن بند نامہ آہستہ

صنع را بر تریں نمونہ توئی

خط بیچوں و بیچگونہ توئی

بیش ازیں گرد و حرن بر خوانی

ترسمت بہ جہی کہ سبحانی (ادوی)

واللہ علی کل شیءٍ محیط (قرآن کریم)

(اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)

۱۴۔ "وہ" ہر جگہ ماتھ اور پاؤں

دکھتا ہے اُس کے آنکھ سر اور

منہ میں۔ وہ سب سنا ہے دنیا

میں رہتا ہے اور سب کو محیط

ہے۔

۱۵۔ گناہ کے حواس نہیں ہیں۔ لیکن احساس کی جملہ قوتوں سے منور ہے۔ وہ بے تعلق ہے۔ ہر چیز کا سہارا، صفات سے منزہ اور صفات سے لطف اندوز ہے۔

۱۶۔ ہر مستی کا ظاہر بھی وہی ہے۔ باطن بھی وہی۔ ساکن بھی وہی ہے۔ متحرک بھی وہی ہے۔ وہ اپنی لطافت کی وجہ سے ناقابل ادراک ہے۔ "وہ قریب

بھی ہے اور بعید بھی۔

۱۷۔ مخلوقات میں منقسم نہیں ہے۔ تاہم الگ الگ موجود ہے اُسے مخلوقات کا پناہ دینے والا سمجھنا چاہیے وہی سب کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اور وہی سب کو پیدا کرتا ہے۔

۱۸۔ وہ "نور الانوار" تاریکی سے دور بتایا جاتا ہے۔ وہی معرفت ہے، وہی مقصد معرفت اور معرفت ہی سے اُس تک رسانی ہو سکتی ہے۔ وہ سب کے دلوں میں جاگزیں ہے۔

۱۹۔ اس طرح میدان معرفت اور مقصد معرفت مختصراً بتائے گئے ہیں بسراپستار یہ جان کر یہی ہستی میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۰۔ جان لے کہ روح اور مادہ دونوں ازلی ہیں۔ اور خواص و صفات سب مادہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

۲۱۔ مادہ سبب بتایا جاتا ہے علتوں اور معلولوں کی پیدائش کا۔ اور مسرت و غم کے احساس کا سبب روح بتائی جاتی ہے۔

۲۲۔ روح اُن صفات کو جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں مادہ میں جاگزیں ہو کر استعمال کرتی ہے اور صفات کی محبت کی وجہ سے اچھے اور بُرے رحموں میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔

۲۳۔ نگہبان، اجازت دہندہ، حافظ، لطیف، احکم الحاکمین، ذاتِ اعلیٰ، روح اعظم کے یہ یہ نام اس جسم میں ہیں۔

۲۴۔ جو اس طرح مادہ اور روح کی صفات کو جانتا ہے۔ وہ خواہ کسی حالت میں

رہے دوبارہ نہ پیدا ہوگا۔

۲۵۔ کچھ لوگ مراقبہ کے ذریعہ سے نفس آتما کو نفس میں نفس سے دیکھتے ہیں۔ کچھ مانتھ یوگ سے اور کچھ عمل کے یوگ سے۔

۲۶۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو دوسروں سے من کر عبادت کرتے ہیں۔ گو ان باتوں سے خود نادمات ہیں۔ اور یہ بھی علم پیدائش کے پار ہو جاتے ہیں، چہ کہ جو کچھ سنتے ہیں اُس پر قائم رہتے ہیں۔

۲۷۔ جو مخلوق بھی پیدا ہوتی ہے خواہ وہ تنہا ہو یا غیر متحرک وہ میدان اور عالم میدان کے اتحاد سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے بھارتوں کے ہرگزیدہ انسان!

۲۸۔ خداوند عالم ہر سہتی میں سادی	{	چلست توحید حسد آموختن
طور پر جاگزیں ہے فانی سببوں		خویشین را پیش واحد سوختن
میں وہی باقی ہے۔ حقیقت تو یہ		نماند در میسانہ یسج تیسر
ہے کہ وہی آنکھوں والا ہے جو		شود معرون و غارت جملہ یک جزیر
اس طرح دیکھتا ہے۔		(گلشن راز)

۲۹۔ ہر جگہ اُس مولے کو دیکھ کر وہ روح کو نہیں گراتا اور اس طرح بلند راستہ پر چلتا ہے۔

۳۰۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہی آنکھوں والا ہے جو یہ دیکھتا ہے کہ مادہ سب اعمال انجام دیتا ہے۔ اور روح جا دے یعنی عمل نہیں کرتی۔

۳۱۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ مخلوقات کی	{	آئندہ گوید جملہ حقیقت حقیقی است
گو ناگوں سہتی کی بنیاد وہی ایک ہے		واحد گوید جملہ باطل او شقیست
اور اسی سے سب چیزیں نکلی ہیں تو		پس مگو این جملہ دہیا یا علند
وہ ذات ازلی تک پہنچتا ہے۔		باطلاں بر بوسے حق دائم و لند دشمنی

۳۲۔ اے کو قتیہ! چونکہ روح اعلیٰ ازلی۔ منزہ عن الصفات اور غیر فانی ہے اس لئے کہ وہ جسم میں باگزیں ہے۔ لیکن نہ وہ عمل کرتی ہے۔ نہ کسی چیز کا اپ

اثر ہوتا ہے

۳۳۔ جس طرح ہمہ گیر اتھرا دیراً اس کی لطافت کی وجہ سے کوئی چیز اثر نہیں کرتی، اسی طرح باوجود جسم میں قیام رکھنے کے روح یہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳۴۔ جس طرح ایک سورج کل زمین کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح یہ ان کا مالک کل میدان کو روشن کرتا ہے۔ اسے بھارت!

۳۵۔ وہی لوگ خدا تک رسائی پاتے ہیں جو معرفت کی آنکھوں سے ”میدان“ اور عالم میدان میں امتیاز کرتے ہیں اور مادہ سے باز رہیں کئی اداوی و ثبات کا فرق اس طرح سے دیکھتے ہیں۔

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا تیرہواں مکالمہ امتیاز جسم و جان یا امتیاز شاہد و شہود جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت الہی ہے۔

چودھواں مکالمہ

گن ترے دبھاگ لوگ یا تقسیم صفات گناہ

اس مکالمہ میں روشنی استوگن، حرکت (رجوگن)، اور تاریکی (توگن) کا ذکر ہے
در بتایا گیا ہے کہ ان تینوں صفات سے بلند ہونا سراج کمال ہے
مقدس آقائے فرمایا۔

۱۔ اب میں پھر اس حکمت کا بیان کرتا ہوں۔ جو سب حکمتوں سے بلند تر ہے۔ جس کا
علم اصل کو کے سب مٹی درجہ کمال کو پہنچے ہیں
۲۔ اس حکمت (معرفت) میں پناہ لے کر ادھر میری قدرت میں داخل ہو کر وہ دربارہ
پیدا نہیں ہوتے۔ خواہ ایک کائنات پیدا ہو جائے نہ وہ پریشان ہوتے ہیں۔ خواہ
فنا کا وقت آجائے۔

۳۔ میرا رحم عظیم اندلیت ہے۔ اس رحم میں میں ہی تخم رکھتا ہوں۔ پھر اس سے سب
مخلوق پیدا ہوتی ہواے بھارت!
۴۔ چاہے کسی رحم سے یہ فانی مخلوق پیدا ہوں بہم ہی ان کا رحم ہے۔ اور اے
کو تیبہ! میں ہی ان سب کا تخم دہندہ ہوں۔

۵۔ روشنی، حرکت، ظلمت، یہ
صفات مادہ سے پیدا ہوتی ہیں
اے قوی بازو! یہ صفات غیر فانی
یا شدہ جسم (روح) کو جسم کے اندر
(استو، رجس، تمس)

اصول علم، اصول عمل، اصول خواہش

مضبوطی سے مربوط کر دیتی ہیں۔

۶۔ ان میں سے یحسانیت (ستوگن) روشن اور پاک ہونے کی وجہ سے ادا اپنی صاف طبعی سے روح کو مسرت اور علم کے ذریعہ بندش میں ڈالتا ہے۔ اسے مصوم ہستی!

۷۔ اسے کفنی کے بیٹے! جان لے کہ ”حرکت کی صفت“ (رجوگن) جس کی شکل خواہش ہے اور جو خواہش ہی کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے وہ روح کو اعمال ذکر و نماز کی زنجیروں میں باندھتی ہے۔

۸۔ لیکن ظلمت (توگن) جہالت سے پیدا ہوتی ہے اور جسم کے تمام باشندوں (یعنی جانوں) کو فریب میں مبتلا رکھتی ہے۔ اور اسے بھارت! یہ ظلمت لاپرواہی، سستی اور نیند کے ذریعہ روح کو باندھتی ہے۔

۹۔ ستوگن مسرت میں پھنساتی ہے
حرکت عمل میں پھنساتی ہے اور
ظلمت عقل پر حجاب ڈال کر بے پرواہی
میں پھنساتی ہے۔ اسے بھارت!

جس طرح کے افعال بشر ہوتے ہیں
سچ ہے وہ بھگتنے اُسے سب ہوتے ہیں
اتھو یہ تعجب کی کوئی بات نہیں
اُگتا ہے زیریں سے دہی جو ہوتے ہیں
(اخگرمادابادی)

۱۰۔ اسے بھارت روشنی (ستوگن) اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب روح حرکت و ظلمت پر فتح حاصل کر لیتی ہے۔ جب حرکت اور ستوگن مغلوب ہو جاتی ہیں تو ظلمت پیدا ہوتی ہے اور جب ظلمت اور ستوگن مغلوب ہو جاتی ہیں تو حرکت یا جوش پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ جب عقل کی شمایں جسم کے تمام دروازوں سے نکلنے لگتی ہیں تب یہ سمجھنا چاہیے کہ ستوگن بڑھ رہی ہے۔

۱۲۔ حرکت کی زیادتی سے حرص، طبیعت کا میلان، اکتساب اعمال، اضطراب اور خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسے بھارتوں کے برگزیدہ انسان!

۱۳۔ اسے از جن! ظلمت کی زیادتی سے تاریکی، بے رغبتی، غفلت اور جھوٹی محبت پیدا ہوتی ہے۔

۱۴۔ اگر اُس وقت ستوگن کا دور دورہ ہو جبکہ روح اس جسم سے الگ ہوتی ہے۔ تو واقعہ یہ ہے کہ وہ بڑے بزرگ، کی پاکیزہ دنیاؤں میں جاتی ہے۔

۱۵۔ اگر حرکت (رجوگن) کی حالت میں (روح و جسم کی) علیحدگی ہو۔ تو وہ اُن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر ظلمت کی حالت میں تبسم و جان کی جدائی ہو تو وہ غیر مدرک جانوروں کے رحموں میں پیدا ہوتا ہے۔

۱۶۔ کہا جاتا ہے کہ عمل صابج کا ثمرہ متوازن اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور حرکت کا ثمرہ غم و اُلم ہے اور ظلمت کا ثمرہ جہالت ہے۔

۱۷۔ (روح نشی) ستوگن سے عقل پیدا ہوتی ہے، حرکت سے حرص اور ظلمت سے لاپرواہی و اہی و اھو کا اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۔ جو روشنی میں جاگزیں ہیں، وہ بلندی کی طرف اُبھرتے ہیں حرکت کرنے والے درمیانی درجہ میں رہتے ہیں اور اہل ظلمت پستی کی طرف جساتے ہیں اور ذمیم ترین صفات میں کھرے رہتے ہیں۔

۱۹۔ جب ان صفات کے علاوہ صوفی کسی اور کو کارکن نہیں سمجھتا۔ اور "اُس" کو پہچان لیتا ہے۔ جو صفات سے برتر ہے۔ تو وہ میری نظرت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۰۔ جب جسم کا باشندہ (روح) جسم سے پیدا ہونے والی تینوں صفات عبور کر لیتا ہے، تو وہ پیدائش، موت، پرم پے اور غم سے آزاد ہو کر اب حیاتِ تبتا ہے

ارجن نے کہا۔

۷۱۔ جس نے تینوں صفات کو عبور کر لیا ہے، اُس کی کیا پہچان ہے۔ اے آقا! وہ کس طرح عمل کرتا ہے۔ اور وہ ان تینوں صفات سے کیونکر عبور کرتا ہے
قدس خداوند نے فرمایا:-

۷۲۔ اے پانڈو! وہ جو روشنی، حرکت اور دھوکے سے نفرت نہیں کرتا جبکہ وہ موجود ہوتے ہیں نہ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کی خواہش کرتا ہے،

۷۳۔ جو بیگانہ و دشمن رہ کر صفات سے مغلوب نہیں ہوتا اور غیر متحرک رہتا ہے جو یکسر کہ "جو اس اپنا کام کر رہے ہیں" بغیر حرکت کئے ہوئے علیحدہ قائم رہتا ہے

۷۴۔ جو سرت و غم میں یکساں اور خوددار رہتا ہے، جس کی نظر میں مٹی کا ڈھیلہ
تپھر اور سونا سب برابر ہے۔ جو محبت و نفرت میں یکساں رہتا ہے۔ اور مستحق
نہایت قدم ہے، جو ملامت اور تعریف میں ایک حالت میں رہتا ہے۔

۷۵۔ جو عزت و ذلت میں یکساں رہتا ہے۔ اور دوست و دشمن سے یکساں سلوک
کرتا ہے۔ اور جملہ علاق کو ترک کر دیتا ہے۔ وہ کہا جاتا ہے کہ تینوں صفات
سے فارغ ہو گیا۔

۷۶۔ اور جو میری خدمت بھگتی لگ
کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ وہ بھی
صفات سے عبور کر لیتا ہے۔ اور
اس قابل ہو جاتا ہے کہ برہمن سے
واصل ہو جائے۔

جو ہر عشق از تو چوں پیدا شود
ہر درد عالم در دلت بکھا شود
پیش توئے شک بماند، نے یقین
بگذری از کفر و از اسلام و دیں
کہ ترا از عشق خود باشد خبر
مردے باشی برا و پُر خطہ
(عطار)

۲۷۔ اس لئے کہ برہنہ کی قیام نگاہ میں ہی ہوں۔ اور میں اکیس لکھا کالافانی مقام ہوں۔ اور میں ہی ازلی حقانیت (دھرم) اور نہ ختم ہونے والی فراغت کا مسکن ہوں۔

اوم، مت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا جو دھواں مکالمہ گن ترے
 دیباگ لوگ تقسیم صفات نہ گانہ جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ
 کے سلسلہ میں علم معرفت الہی ہے۔



پندرھواں مکالمہ

پُرسوتم لوگ یا عرفان ذاتِ برتر

اس مکالمہ کو زائد ان مترادف روزانہ تلاوت کرتے ہیں۔ اس میں تمددِ بھی طور پر روحانی ترقی کرنا بتایا گیا ہے۔ اور اس دنیا یا جسم کو ایک درخت سے شائبہ دی گئی ہے۔ جسے انسان (علائقِ دنیوی سے آزادی، کی کلہاڑی سے کاٹ کر نجات حاصل کرنا چاہیے۔

مقدس آقا نے فرمایا۔

۱۔ متبرک ہیں کے درخت کی جڑیں ادب ہیں۔ اور شاخیں نیچے ہیں وہ ابدی ہے۔ اس کے پتے موزوں سچن (ویدا) میں۔ جو اُسے جانتا ہے یقیناً وہ ویدوں کو جانتا ہے۔ (وہ عہدِ فی السماء)

۲۔ اُس کی شاخیں صفات سے پرورش پا کر ادب اور نیچے پھیلتی ہیں۔ اشیائے مدرکات جو اس اُس کی کلیاں ہیں۔ اُس کی شاخیں نیچے کی طرف بڑھتی ہیں جو انسانوں کی دنیا میں عمل سے ریشے ہیں۔

۳۔ یہاں نیچے تو اس کی شکل معلوم ہو سکتی ہے، نہ ابتداء نہ انتہا اور نہ اُس کی پوری ماہیت اور نہ بناوٹ، جب کوئی شخص اس بڑی جڑوں والے

۴۔ نظامِ عصبی۔

۵۔ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے والے رشتے میں بانہ دیتی ہے۔

پیل کے درخت کو بے لوثی کے ہتھیار سے کاٹ ڈالے۔

۳۔ تب اُس راستے پر ہم اکی
تلاش کی جاتی ہے جس پر چل
کے پھر ایسی نہیں ہوتی۔ یقیناً
میں اُس انسان اول (پیش)
کے پاس جاتا ہوں، جہاں سے
تو تہ قدیم پیدا ہوئی ہے

ہم سایہ نشیں وہم ہمہ راہ ہمہ اوست
دردلق گدا و طلسم شہ ہمہ اوست
در انجن فرق دنیا غنا و جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

۵۔ غرور و فریب سے پاک، علانی کے گناہ پر فخر اور ہمیشہ نفس میں ساگر ہیں
ہو کر خواہشات کو قابو میں رکھ کر اور اُن ضدین سے آزاد ہو کر جنس لذت
والم کہتے ہیں۔ وہ بغیر دھوکے کھائے ہوئے اُس عارفانی راستے پر چلتے ہیں
۶۔ نہ وہاں سورج اور چاند کی روشنی ہے نہ آگ کی چمک، وہاں پہنچ کر وہ
واپس نہیں ہوتے اور وہی میرا مسکن عالی ہے۔

۷۔ میرا ہی ایک جزو ایک علیحدہ ہستی ہو کر (انفرادی) روح از زندگی کی دنیا
میں حواس خمسہ اور من کو جو قدرت میں متکین ہیں اپنی طرف کھینچتا ہے۔
۸۔ جب خداوند (روح) کسی جسم میں نمایاں ہوتا ہے اور جب وہ اُسے ترک
کرتا ہے تو وہ اُن حواس اور نفس کو اُس طرح لے جاتا ہے جس طرح ہوا
خوشبوؤں کو اڑالے جاتی ہے۔

۹۔ کان اور آنکھ، لمس، ذائقہ، بو اور من میں قائم ہو کر وہ "اشیائے حواس
کا لطف اٹھاتا ہے۔

۱۰۔ جو دھوکے میں مبتلا ہیں وہ صفات سے اثر پذیر ہو کر یہ نہیں معلوم کر سکتے
کہ وہ (خدا یا روح) کب گیا اور کب آیا، یا اُس نے کب لطف اٹھا یا۔

اُسے صرف صاحبان بصیرت ہی دیکھتے ہیں۔

۱۱۔ وہ یوگی بھی اُسے دیکھ لیتے ہیں جو سرگرم کار ہیں۔ اور اپنے نفس میں قائم ہیں۔ لیکن باوجود کوشش کے جاہل اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔ چونکہ اُن کے نفوس غیر ترتیب یافتہ ہیں۔

۱۲۔ وہ نور جو آفتاب سے نکل کر کل دُنیا کو روشن کرتی ہے۔ وہ جو چاند اور آگ میں ہے اُس نور کا منبع مجھے جان۔

۱۳۔ مٹی میں سرایت کر کے میں موجودات کی پرورش اپنی حیات بخش قوت سے کرتا ہوں اور لذیذ ٹوٹم رس بن کر میں پودوں کو پالتا ہوں۔

۱۴۔ میں آتش حیات بن کر سانس لینے والوں کے جسموں پر قبضہ کر لیتا ہوں۔

اور الفاس حیات سے مل کر چار قسم کی غذاؤں کو مضمّن کرتا ہوں

۱۵۔ میں سب کے دلوں میں ہوں اور مجھ سے محافظہ و عقل کی موجودگی و

غیر حاضری ہوتی ہے۔ اور وہ ذات جو کل دیدوں سے معلوم کی جاتی ہے

میں ہی ہوں، اور میں ہی حقیقت میں دید کا جاننے والا اور ویدانت

کا موجد ہوں۔

۱۶۔ اس دنیا میں دو قسم کی قوتیں (پُرش) ہیں۔ ایک فانی دوسری غیر فانی سب چیزیں فانی ہیں اور ناقابل تبدیل ہستی ہی غیر فانی ہے

یعنی كُلُّ مَنْ عَلِمَهُ فَنَانٍ وَذِيْقِي وَجْهِي وَتَبَكَ ذُؤَالُجَلَالِ وَالْأَكْثَرُ اَمَّ ترجمہ:- دسب کو فنا ہے سوائے خدا کے ذوالجلال و ہندگی والے کے،

۱۷۔ بلند ترین قوت (پُرش) ہی دوسری

قوت ہے جسے روح اعظم

ہستی و عدم خراب میخانہ دست

(پر ماتا) کہتے ہیں جو وہ ذات ہے

(مکان و وجوب سستیما نہ دست

جو ہر جگہ پھیل کر تینوں عالموں | چشم دل تو اگر حقیقت بین است
کو قائم کئے ہوئے ہے۔ وہی | ہر ذرہ خلق روزن خانہ اوست
غیر فانی آتا ہے۔

۱۸۔ چونکہ میں فانی (جہرا سے برتر ہوں اور غیر فانی (اجہرا سے بھی بلند تر ہوں۔

اس لئے وید اور دنیا میں مجھے روح اعظم (پیش اوم) کہتے ہیں

۱۹۔ وہ بغیر دھوکا کھائے مجھے اس { تجھی کو جیاں جلوہ فرمانہ دیکھا
طرح جانتا ہے کہ میں پرشوم ہوں { برابر ہے دنیا کو دیکھانہ دیکھا
اے بھارت! وہ شخص سب کچھ (دکھا)

جان کر اپنی پوری مہتی سے میری عبادت کرتا ہے۔

۲۰۔ اے ذات معصوم! اس طرح میں نے اس نہایت خفیہ تعلیم (اسرار عالم) کا

اظہار کیا ہے جو اسے جان لیتا ہے وہ عارٹ ہو جاتا ہے اور اُسے اپنے
جملہ فرائض سے حاصل ہو جاتی ہے۔

اوم۔ ت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا پندرہواں مکالمہ پرشوم یوگ

یا عرفان ذات برتر جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم

سوفان الہی ہے۔

سولھواں مکالمہ

دیو آسمیت بھاگ یوگ یا تقسیم صفات یزدانی و اہرمنی

اس مکالمہ میں اُن صفات کی تفصیل کی گئی ہے جو یزدانی اور شیطان فی فطرتوں میں پائی جاتی ہیں، یزدانی صفات نجات کا باعث ہیں۔ اہرمنی صفات سے تناسخ میں گرفتاری ہوتی ہے۔ اس مکالمہ میں منکروں اور لمحوں کے عقائد کا بھی بیان ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا۔

۱۔ بے غوفی، تصفیہ دل، معرفت کے یوگ میں استحکام، خیرات، غلبہ نفس، قربانی و مطالعہ کتب مقدسہ، ریاضت اور دیانتداری۔

(۱-۲)

۲۔ عدم تشدد، سچائی، عدم غفباکی، ایشاد۔ امن پسندی، بے ریائی، سب جانداروں پر رحم، لالچ نہ کرنا، نرمی، عفت، عدم تلون و فراخی، اتنا تم ہست با مر ملتے درہاں باکس ندانم اختلات دینجوں

۳۔ شوکت و جلال، حق، استقلال، پاکیزگی۔ عدم آفاق حد، عدم غرور و پندار، یہ اس شخص کی صفات ہیں اے بھارت جو صفات یزدانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ ریا۔ خود مری اور غرور، فقہ اور تمدن مزاجی، اور بے عقلی اس شخص کی صفات ہیں اے بھارت جو اہرمنی صفات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

یزدانی صفات سے سجات حاصل ہوتی ہے اور اہرنی صفات سے غلامی
 اے پانڈو! رنج نہ کرنا اس لئے کہ تو یزدانی صفات کے ساتھ پیدا ہوا ہے
 اس دنیا میں جاندار مخلوقات کی دو قسمیں ہیں۔ یزدانی و اہرنی۔ یزدانی
 مخلوق کا مفصل حال بیان کیا جا چکا ہے۔ اب اہرنی مخلوق کا حال سن۔
 اہرنی انسان نہ تو عروج روح سے واقف ہیں اور نہ سچے منزل روح سے۔
 نہ ان میں پاکیزگی ہے نہ عمل صالح اور نہ صداقت۔

وہ کہتے ہیں کہ اس کائنات میں
 نہ تو سچائی ہے نہ ترتیب اور نہ
 خدا۔ زردماہ کے اتحاد سے یہ
 پیدا ہوئی ہے اور اس کی وجہ
 تخلیق "خواہش" ہے اور کچھ نہیں

اس عقیدہ پر قائم ہو کر یہ بے دل، کم عقل اور ابدیاب کردار عیب ہستیاں
 دشمنوں کی طرح دنیا کی تباہی کے لئے برآمد ہوتی ہیں۔
 نہ پوری ہونے والی خواہشوں میں بھٹس کر غرور، تکبر اور خود سری میں مبتلا
 ہو کے اور دھوکے سے فاسد خیالات پر قائم ہو کر یہ ہستیاں ناپاک
 ارادوں سے مصروف عمل ہوتی ہیں۔

۱ اپنے آپ کو ہمیشہ ایسے ناموزوں خیالات کا پابند کر لے جن کا انجام موت
 ہے اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنا ہی بلند ترین مقصد بنا کے اور صرف اس
 دنیا کو حاصل زندگی سمجھ کر اُمید کے سیکڑوں بھندوں میں بھٹس کر اور شہوت و
 غضب کے غلام بن کر وہ ناجائز طریقوں سے لذت شہوانی کے لئے سامان
 حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں نے آج یہ جتنا کل وہ مقصد حاصل کر دوں گا یہ دولت تو میری ہوگی۔

پچکلی۔ اور آئندہ وہ میری جو جائے گا

(۱۳، ۱۴، ۱۵)

۱۳۔ میں نے اُس دشمن کو قتل کر دیا
دوسرے دل کو بھی قتل کرنے والا
ہوں، میں آقا ہوں، میں لذت
حاصل کر رہا ہوں، میں کامل
ہوں، قوی ہوں، اور سرور ہوں
ہر جہنمی انسانیت کفر است
یہیچ فمیدی اسے نکو کردار
خویشی را منہم مگو یعنی
دشمن را تو، گجو پیسہ دار (عطاف)

۱۵۔ میں زار دار ہوں، صاحب نسب ہوں۔ یہی مانند اور کون ہے۔ میں قربانی
کروں گا، خیرات کروں گا اور خوش ہوں گا "مندرجہ بالا قول ہے اُن
لوگوں کا جو جہالت سے دھوکے میں ہیں

۱۶۔ ہزاروں خیالات سے پریشان۔ فریب کے جال میں پھنس کر خواہشات کے
پورا کرنے میں نہمک ہو کر وہ بدترین دوزخ میں گر پڑتے ہیں

۱۷۔ خود بین، ضدی، دولت و غیرت کے نشہ میں سرشار وہ نمائشی قربانیوں
کرتے ہیں جو اصل طریقہ کے قطعی خلاف ہے۔

۱۸۔ تکبر، طاقت، اکھڑ پن، شہوت
اور غضب کے بندے ہو کر یہ
تکبر و اذیل را خوار کرد
بزرگان لعنت گرفتار کرد (سعدی)

کنبہ پر در اپنا بُرا کرتے ہیں۔ اور دوسروں کا بھی بُرا کرتے ہیں اور اس طرح مجھ
دشمنی کرتے ہیں اس لئے کہ میں ہی سب میں موجود ہوں۔

۱۹۔ ان نفرت کرنے والوں، بدکاروں، بے رحموں اور دنیا کے بدترین انسانوں
کو میں ہمیشہ شیطانی رحموں میں ڈال دیتا ہوں۔

۲۰۔ اے کوئیہ! شیطانی رحموں میں چر کر پیدائش بہ پیدائش دھوکا کھا کر یہ لوگ
مجھ تک نہیں پہنچتے۔ اور اسفل ترین پستیوں میں چلے جاتے ہیں۔

۲۱۔ اس جہنم کے سہ گونہ دروازے { مرد باید تا نزد بر نفس پا
 میں شہوت برائے نفس غضب { بگذرد از شہوت و حرص ہوا
 آختم اور حرص (طمع) یہ روح کو { تو مباش اصلاً کمال نیست و بس
 تباہ کر دیتے ہیں۔ لہذا انسان کا { تو در او گم شود صال نیست و بس
 فرض ہے کہ ان قیوں سے بچے۔ (بوعلی شاہ غلندر)

۲۲۔ تاریخی کے ان قیوں دروازوں سے بچ کر انسان اپنی بہبودی تکمل کر لیتا ہے
 اور اس طرح وہ مقام اعلیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ اسے کفایت کے بیٹے۔

۲۳۔ وہ جو شاستر کے احکام کی پروا نہ کر کے اپنی خواہشوں کی پیروی کرتا ہے وہ
 نہ تو کمال حاصل کرتا ہے نہ مسرت نہ مقصد اعظم۔

۲۴۔ لہذا شاستر علم کو ایسے معاملات میں اپنا راہر بنا جن میں تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ
 کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ اور تجھے یہ جان لینا چاہیے کہ جو کچھ
 احکامات علوم شاستروں میں ہیں ان پر تجھے اس دنیا میں عمل کرنا ہے۔

ادم۔ ت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمہ خداوندی کا سولہواں مکالمہ دیو آسرسپت
 دجھاگ یوگ یا تقسیم صفات یزدانی و اہرنی جو سری کرشن اور ارجن
 کے مکالمہ کے سلسلہ میں پہلے دیا ہے۔

— : ❖ ❖ ❖ : —

شرہواں مکالمہ

شر دھارتے وبھاگ یوگ یا تقسیم عقائد سہ گانہ

اس مکالمہ میں تین قسم کے عقاید کا ذکر ہے۔ ہر ایک شخص کا اعتقاد اس روح کے مطابق ہوتا ہے جو ستو جس باتس (روشنی، حرکت، غلٹ) سے پیدا ہوتی ہے اس میں اقوام عبادت اور اقوام غذا کا بھی بیان ہے۔
ارجن نے کہا:-

<p>۱۔ وہ جو شاستروں کے احکامات کو پس پشت ڈال کر کھل اعتقاد کے ساتھ قربانی کرتے ہیں انکی صحیح عاقبت کیا ہے؟ ان کی بات کیسی ہوتی ہے؟ ستو کی ہے۔ حرکت کی ہے یا نارنگی کی (ساتوک را جسی یا اسی؟)</p>	<p>مگر گل گزرد بہ خاطریت گل بانسی در بلبل بے قرار بلبل بانسی تو جزوی و حق کل است درونے چند اندیشہ کل پیشہ کنی کل بانسی</p>
--	--

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۲۔ جو لوگ پیدا ہوئے ہیں ان کی خلقت میں فطرتاً تین قسم کا اعتقاد ہوتا ہے۔
روشنی والا، حرکت والا، اور تاریک، اب ان کی تفصیل سن۔

۳۔ اے بھارت! ہر شخص کا اعتقاد اس کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے انسان اعتقاد ہی کا بنا ہوا ہے جس کا جس پر اعتقاد ہے ویسا ہی وہ خود ہے۔

۴۔ روشنی والے انسان دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ حرکت والے جن اور

عقربتوں کو پوجتے ہیں اور اصحابِ ظلمت بھوتوں اور پریوں کو

۵۔ وہ لوگ جو سخت ریاضتیں کرتے ہیں جن کی اجازت شاستروں (علمِ عرفان) میں نہیں ہے۔ وہ غور و خودی میں مبتلا ہو کر اپنے خواہشات و جذبات کو مجبور ہیں

تسردا اگر مش و فاست خود می آید
گر آمدنش رداست خود می آید
بہودہ چرا در پئے او میگردی
نبشیں اگر اود خداست خود می آید
استر و شہیدا

۶۔ جو بے عقل ہیں اور اُن عناصرِ خمسہ کو ایذا پہنچاتے ہیں جن سے جسم مرکب ہو
حتیٰ کہ مجھ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں جو اُن کے دل میں جاگزیں ہوں ان کو
اپنے اعتقاد میں اہرنی سمجھ۔

۷۔ ان تینوں کو جو غذا پسند ہے وہ بھی تین قسم کی ہے۔ اسی طرح رتہ بانی
ریاضت اور خیرات بھی سہ گونہ ہے۔ اب اُن کی تفصیل سن۔

۸۔ وہ غذائیں جو حیات، جیوٹ، طاقت، سرت و محبت کو بڑھاتی ہیں، اور
ریلی، مدغن، دیرپا، مقوی قلب ہیں وہ روشنی والے انسانوں کو پسند ہیں۔

۹۔ چچل انسانوں کو ایسی غذائیں پسند ہیں جو چٹ پٹی، ترش، نمکین، بہت زیادہ گرم، تیز
خٹک اور جلنے والی ہیں اور

دشکرت میں نیم ترشی رکنت ہے، اور مرچ کٹو۔

۱۰۔ مردہ انسانوں کی خبیث روہیں۔

۱۱۔ غول بیابانی جنہیں بھوت بھی کہتے ہیں۔

جن سے رنج و الم اور بیماریاں
پیدا ہوتی ہیں۔

۱۰۔ جو چیز باسی اُترتی ہوئی، مٹری بٹی، پس خوردہ اور عقل کو کند کرنے والی ہوتی ہے وہ تارکی والوں کی مرغوب غذا ہے۔

۱۱۔ وہ قربانی جو اس طرح کی جائے کہ اُس کے ثمرہ کی خواہش نہ ہو جو قانون عرفان کے مطابق کی جائے اور اس مستحکم عقیدہ کے ساتھ کی جائے کہ قربانی کرنا ایک فریضہ ہے وہ قربانی روشن طبقوں کی قربانی ہے۔

۱۲۔ جو قربانی کسی ثمرہ کو مد نظر رکھ کر کی جائے اور جس کی غرض ذاتی نمود و شہرت ہو اسے بھارتوں کے برگزیدہ اہل جان لے کہ یہ قربانی حرکت اور جہ کا نتیجہ ہے۔

۱۳۔ جو قربانی قانون عرفان کے خلاف کی جاتی ہے جس میں نہ تو خوراک تقسیم کی جاتی ہے نہ قوت کے الفاظ منتر (افسوں) پڑھے جاتے ہیں اور نہ سچا رہوں کو نذر دی جاتی ہے اور جس میں اعتقاد کو دخل نہیں ہوتا۔ ایسی قربانی تارکی کی قربانی ہے۔

۱۴۔ دیوتاؤں، دو جنموں، استادوں اور عالموں کی پرستش اور پاکیزہ سنگی دیانت (تجربہ) یعنی قناعت کو دن بریک دن، آقا اور بے مزرہ ہونا (یا کسی کو ایذا نہ پہنچانا) یہ جہانی ریاضت (تپ) کہلاتی ہے

۱۵۔ ایسا ظلم جو کسی کو پریشان نہ کرے، استیجا ہو، خوشی پہنچانے والا ہو، مفید ہو، دینی کتابوں کا مطالعہ ان کو تقریر کی زبانی ریاضت (تپ) کہتے ہیں۔

۱۶۔ ذہنی مسرت، توازن، خاموشی، ضبط نفس اور فطرت کی پاکیزگی، ان کو

لے پہلا جنم اس دنیا میں پیدا ہونا اور دوسرا جنم خود اپنے نفس کو پہنچانا ہے۔

نفسِ دُشمن کی ریاضت کہتے ہیں۔

۱۷۔ جب انسان کامل ترین اعتقاد کے ساتھ ان تین قسم کی ریاضتوں کو کرتا ہو اور پھل کی خواہش نہیں کرنا اور متوازن رہتا ہے تو وہ انسانِ ساتوک ہے یعنی روشن طبع ہے۔

۱۸۔ وہ ریاضت جو ادبِ عزت و پرستش اور نام و نود حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اُس کو حرکت (چنچل پن) کا نتیجہ کہتے ہیں (راجس)

۱۹۔ وہ ریاضت جو گراہی عقل کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ جس میں اپنی اذیت یا دوسروں کی تباہی پیش نظر ہوتی ہے اس ریاضت کو تاریکی سونہت ہے

۲۰۔ ایسے شخص کو خیرات دینا جس سے کسی بدلے کی توقع نہ ہو، اور اس بات پر یقین رکھ کے کہ تمامِ وقت کے لحاظ سے مناسب آدمی کو نذر دی گئی ہے اس قسم کا صدقہ و خیرات ساتوک دان کہلاتا ہے۔

۲۱۔ ایسی خیرات جو یہ سمجھ کر کی جائے کہ بدلہ میں کچھ ملے گا یا اُس کی جزا ملے گی، یا بے دلی سے دی جائے۔ یہ خیرات حرکت والی خیرات کہلاتی ہے۔

۲۲۔ وہ خیرات جو بے جا اور بے وقت ہو اور ایسے شخصوں کو دی جائے، جو غیر مستحق ہوں۔ اور خیرات کرنے کا طرز بھی گستاخانہ اور تحقارت آمیز ہو، ایسی خیرات تاریکی کی خیرات ہے

۲۳۔ اوم، قت، ست، ان الفاظ سے ذاتِ ابدی (برہم) کا سدھ گونہ اظہار کیا گیا ہے اور اسی سے زمانہ قدیم میں عارفوں، کتبِ معرفت (ویدوں) اور قربانیوں کو بنایا گیا ہے۔

۲۴۔ لہذا قربانی، خیرات و ریاضت کے احوال (جن کا حکم دینی کتبِ معرفت پر) کی ابتدا برہم (اللہ) کے جاننے والے ہمیشہ کلمہ ”اوم“ کو پڑھ کر کرتے ہیں۔

اٹھارھواں مکالمہ

موش سنیاں یوگ یا نجات بندہ ترک ثمرہ عمل

یہ مکالمہ گیتا کا خلاصہ یا جوہر ہے۔ اس میں ہر مذہب و عقیدہ کے پیروؤں کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو خدا کے رحم پر جھوڑ دیں، خودی کو مٹا دیں اور خلوص سے عبادت کریں تو نجات یقینی ہے۔

بتخانہ و کعبہ خانہ مندگی است ناؤں زدوں ترائے بندگی است
محراب و کیسائی و تسبیح و نماز حقا کہ ہمہ نشاء بندگی است (تہجم)
ارجن نے کہا۔

۱۔ اے قومی بازو! اے ہری کش! اے کیشی رشودن! میں علیحدہ علیحدہ ترک دنیا (سنیاں)، اور تیاگ (ترک علاقہ) کا مفہوم سمجھنا چاہتا ہوں۔
مقدس خداوند نے فرمایا۔

۲۔ بزرگوں نے سنیاں کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ جتنے افعال خواہش سے متعلق ہیں انہیں ترک کر دیا جائے اور عقلمند ثمرہ اعمال کے ترک کرنے کو تیاگ کہتے ہیں۔

۳۔ ”عمل کو تیاگ دنیا جا چئے اس لئے کہ عمل بُرائیوں میں سے ہے۔ یہ مقولہ و امانیاں علم سمجھ کا ہے اور دوسروں کا قول ہے کہ قربانی خیرات اور ریاضت کے اعمال

گفت پیغمبر آواز بلند
باتوکل زانوئے اُشتر بند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب غافل نشو (منہوی)

کو نہ ترک کرنا چاہیے۔

۴۔ تیاگ کے متعلق اسے بھارتوں کے برگزیدہ میرا فیصلہ سن۔ اسے انسانوں کے شیر تیاگ کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ قربانی، خیرات اور ریاضت کے اعمال کو نہ تیاگنا چاہیے بلکہ یہ اعمال کرنا چاہیے۔ ان اعمال سے عقلمند پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔

۶۔ اسے یارتھ! میرا بہترین اور یقینی ایمان ہے کہ ان اعمال کو بے تعلقی اور بے غرضی سے محض فرض سمجھ کر کرنا چاہیے۔ (یعنی کسی ثمرہ کی غرض سے نہیں بلکہ خالصتہً للہ)

۷۔ جو اعمال فرض قرار دے گئے ہیں۔ اُن کا ترک کرنا صحیح نہیں ہے۔ دھوکے میں مبتلا ہو کر جو انھیں ترک کرتا ہے وہ اہل ظلمت میں سے ہے

۸۔ وہ جو جسمانی تکلیف کے خوف سے کسی عمل کو ترک کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ "یہ تکلیف دہ" ہے اور اس طرح اہل حرکت کا ترک عمل کرتا ہے۔ وہ تیاگ کا ثمرہ حاصل نہیں کرتا۔

۹۔ جو کوئی ایک مقررہ عمل کو کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ محض فرض ادا کر رہا ہے بے لوث ہو کر اور ثمرہ عمل کو تیاگ دیتا ہے تو یہ تیاگ روشن طبعوں کا خیال کیا جاتا ہے اسے ارجن!

۱۰۔ روشنی میں قائم ہونے والا انسان عقل کے ذریعہ شکوک منقطع کر کے۔ یہ تیاگ والا۔ غیر سرور کن عمل سے نفرت دشمنی، انہیں کوتاہ اور نہ سرور کن عمل سے محبت کرتا ہے

۱۱۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجسم بنیاں
مکمل طور پر عمل کو ترک کر ہی نہیں
تجھ پر مٹے تو زمرہ جاوید ہو گئے
ہم کو بقا نصیب ہوئی جو فنا کے بعد

سکتیں، اور سچ تو یہ ہے کہ جو ثمرہ
عمل کو ترک، دیتا ہے وہی تیاگ
(تارک) ہے۔

۱۲۔ آخرت میں تیاگ نہ کرنے والے کے فعاں کے لئے تین قسم کی جزا ہے اچھی
بُری اور مظلوم، لیکن سیاسی کے لئے کبھی کوئی جزا نہیں ہو۔

۱۳۔ اسے قوی بازو! مجھ سے اُن پانچ اسباب کو معلوم کر لے جو نظام (سامیہ معرفت،
مطابق جملہ اعمال کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔

۱۴۔ جسم، فاضل، مختلف اعضا، مختلف اقسام کی قوتیں اور پانچویں اثر نیکی و بدی

۱۵۔ جو عمل بھی انسان اپنے جسم، گویائی اور نفس (من) سے کرتا ہے۔ خواہ صحیح
ہو یا غلط، یہی پانچ باتیں (اسباب) اس عمل کی ہوتی ہیں۔

۱۶۔ چونکہ واقعہ یہی ہے۔ اس لئے جو شخص صرف اپنے آپ کو فاعل سمجھتا ہے وہ
اپنی کج فہمی اور بے عقلی سے اصلی حالت کو نہیں دیکھتا۔

۱۷۔ جو اس خیال سے آزاد ہے کہ یہ کام میں نے کیا ہے جس کی عقل بے لوث

ہے۔ وہ اگر ان مخلوقوں کو قتل بھی کرے تو بھی وہ قاتل نہیں ہے نہ وہ ان

اعمال میں پھنستا ہے۔

۱۸۔ "علم" ایسا ہے علم اور "جاننے والی روح" یہ عمل تین محرک ہیں، آلہ عمل اور

عامل یہ فعل کے تین پورا کرنے والے ہیں

۱۹۔ علم، فعل اور عامل صفات کے اختلاف کے مطابق تین قسم کے کئے جاتے

ہیں اور مختلف صفات سے جس طرح چپے نے جاتے ہیں۔ ابلان کمال سن

۲۰۔ تو اس علم کو روشن طبع لوگوں (مستوفی) جس بات میں کو نیست و اللہ
کا علم مجھ جس سے ایک جوہر غیر فانی } موجود حقیقی سوئی اللہ

جملہ ہستیوں میں نظر آتا ہو اور منقسم | چشم بچھا کہ جلوہ دلدار تجلی است الدرد و دلدار
 اکثر نامیں غیر منقسم (وحدت) | نحن اقرب الیہ است دور افتادہ تو اور پیدا
 دکھائی دیتا ہے۔ (عطار)

۲۱۔ لیکن وہ علم حرکت کا نتیجہ ہے جو جملہ مخلوقات میں گوناگوں ہستیوں کو الگ الگ دیکھتا ہے۔

۲۲۔ اور وہ علم تاریکی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو بلا سبب، بغیر حقیقت کو جانے ہوئے تنگ نظری سے ایک جزد کو کل سمجھ کر چمکا ہوا ہے۔

۲۳۔ لیکن وہ عمل جو ضروری ہے بے تعلق ہے جو بغیر خواہش یا نفرت کے کیا جاتا ہے اور ایسا شخص کرتا ہے جو اس میں کسی ثمر کی خواہش نہیں کرتا۔ ایسے عمل کو روشن طبعوں کا عمل کہتے ہیں۔

۲۴۔ لیکن وہ عمل جو ایسا شخص کرتا ہے جو خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اور حسیں خودی ہے یا اس کا عمل کوشش بسیار کا نتیجہ ہے۔ تو اس عمل کو حرکت کا نتیجہ کہتے ہیں۔

۲۵۔ اور وہ عمل جو دھوکے سے کیا جائے اور جس میں اطمینان، نتائج اور دوسروں کے نفع نقصان کا خیال نہ ہو۔ وہ عمل تاریک ہے

۲۶۔ وہ فاعل روشن طبع ہے جو علاقے سے آزاد، خودی سے بری اور استقامت و خود اعتمادی سے مزین ہو اور کامیابی اور ناکامی میں یکساں رہے۔

۲۷۔ وہ فاعل حرکت والا کہا جاتا ہے۔ جو مضطرب، جرنلے اعمال و خواہاں، فحاح ضرر رساں، ناپاک اور شادی و غم سے اثر پذیر ہو۔

۲۸۔ اور وہ فاعل جو غیر متوجہ، اُجڑ، ضدی، فریبی، کینہ پرور، کابل، پریشان اور سست ہو وہ تاریک کہا جاتا ہے

۲۹۔ اے دھنن جسے۔ اب تو الگ الگ بے روک ٹوک عقل اور استقامت کی تفصیل سن، صفات کے مطابق وہ بھی سہ گانہ ہے۔

۳۰۔ اے پارٹھ! وہ عقل روشن طبعوں کی ہے جو نفس و عدم فعل، کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے، خون اور بے خونی اور قید و نجات کو جانتی ہے۔

۳۱۔ اے پرتھک کے بیٹے! وہ عقل جس سے انسان نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔ جو بتاتی ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ لیکن غیر مکمل طور پر وہ عقل، "حرکت" سے تعلق رکھتی ہے۔

۳۲۔ وہ عقل، اے پارٹھ! تاریکی سے تعلق رکھتی ہے جو تاریکی میں گھر کے ادھرم کو دھرم سمجھتی ہے اور ہر چیز کو اُلٹ دیکھتی ہے۔

۳۳۔ وہ مستحکم عقل جس سے لوگ کے ذریعہ سے نفس، انفاس حیات اور اعضا جو اس کی قوت کو قابو میں رکھا جاتا ہے وہ استقامت اے پارٹھ! روشنی والوں کی ہے۔

۳۴۔ لیکن اے ارjun! وہ ہنکارت جس سے جزا کی محبت وجہ سے دھرم خواہش اور دولت کو مضبوطی سے پکڑا جاتا ہے وہ عقل "حرکت"

۳۵۔ وہ استقامت عقل تاریکی سے تعلق رکھتی ہے اے پارٹھ جس کی وجہ سے حماقت سے نیند، ڈر، رنج، مایوسی اور غرور کو ترک نہیں کیا جاتا۔

۳۶۔ اب اے بھارتوں کے سردار! خوشی کی تین قسمیں مجھ سے سن، وہ مسرت جس میں انسان کو لطف آتا ہے اور جو غم عالم کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

۳۷۔ جو ابتداء میں نہ رہے اور آخر میں تریاق، وہ مسرت اہل سکون کی ہے اور روح کی فراخ آئینہ معرفت کا نتیجہ ہے۔

۳۸۔ وہ لذت جو ابتداء میں حواس اور محسوسات کے ملنے کی وجہ سے امرت

اتریاق، معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انجام میں زسر پہ جاتی ہے۔ اُس لذت کو حرکت والی خوشی کہتے ہیں۔

۳۹۔ لیکن وہ لذت جو ابتدا اور انتہا دونوں حالتوں میں نفس کو دھوکا دیتی ہے اور بنید اور سستی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ وہ تار یک ہے

۴۰۔ نہ دنیا میں کوئی ہستی ہے، نہ آسمان پر کوئی دیوتا جو ان تین صفات سے جو مادے سے پیدا ہوتی ہیں آزاد ہو۔ (عاری دتیرا ہو)

۴۱۔ اُسے پرنسپ، ابرہمن، پھری، دلش اور شور وں کے فرائض مقرر کئے گئے ہیں اُن صفات کے مطابق جو اُن کی فطرتوں سے پیدا ہوتے ہیں

۴۲۔ اسلام و تسلیم، ضبط نفس، زہد، پاکیزگی، عفو، دیانتداری، معرفت، علم، خدا پر ایمان یہ وہ برہمن کے کرم (فرض) ہیں جو اس کی فطرت سے پیدا ہوئے ہیں۔

۴۳۔ بہادری، شوکت، استقامت، پھرتی، جنگ سے فرار نہ ہونا، فیاضی اور سکونت پھری کرم ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔

۴۴۔ ذراست، مویشی کی حفاظت۔ تجارت و دلش کرم ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے اور وہ عمل جو خدمت کی قسم سے ہے۔ شور و کا عمل ہے اور اُس کی فطرت کا تقاضا ہے۔

۴۵۔ ہر شخص اپنی ہی فطرت کے مطابق اعمال میں مصروف ہو کر کمال کو حاصل کر سکتا ہے اب سن کہ وہ کس طرح کہاں حاصل کرتا ہے جو اپنے اعمال میں مصروف

۴۶۔ وہ ذات جس سے جملہ ہتیاں	[ہمہ یک قطرہ است امیں دریا
پیدا ہوئی ہیں جو ہر جگہ موجود ہے		ہمہ یک طائر است ایں خردار
صرت اُس ذات کو اپنے کرم میں		کافر و گبر و ملحد و منکر
پریش کر کے انسان کمال غلامی		تقی و شقی و بدکردار

حاصل کرتا ہے۔ | ایں ہمہ ذات پاک یزدانت
می کند جلوہ بریں اطوار (عقائد)

۴۷۔ اپنا دھرم (فرض) درجہا بہتر ہے (خواہ وہ خوبیوں سے خالی ہو) نسبت
دوسرے کے دھرم کے جو خوبی سے انجام دیا گیا ہو، جو شخص اس کرم کو انجام
دیتا ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے وہ باوجود بیکہ عمل کرتا ہے لیکن کوئی گناہ
نہیں کرتا

۴۸۔ کسی شخص کو اپنا فطری کام نہ چھوڑنا چاہیے خواہ وہ ناقص ہی کیوں نہ ہو۔
اے کنتی کے بیٹے! اس لئے کہ کام نقص سے گھرا ہوا ہے، جیسے آگ
دھوئیں سے

۴۹۔ جس کی عقل ہر جگہ بے تعلق ہے۔ نفس قابو میں ہے۔ خواہشات سے پاک ہے
وہ سنیا س کے ذریعہ سے فراغت کا ملکہ یعنی کرموں سے نجات حاصل کرتا ہے۔
۵۰۔ اے کنتی کے بیٹے! مختصراً مجھ سے یکھ لے کہ کس طرح کمال حاصل کرنے
کے بعد بہتم کا وصال ہو سکتا ہے جو معرفت کا بلند ترین مقام ہے۔

۵۱۔ عقل سلیم سے معذور ہو کے۔ عقل سے ضبط نفس کرتے ہوئے۔ آزاد اور دوسری
اشیائے حواس کو ترک کر کے اور محبت اور نفرت کو چھوڑ کے۔
۵۲۔ گوشہ گزین ہو کر، کم خودی سے، کلام، جسم اور نفس (دل) من کو زیر کر کے مراقبہ
اور لوگ میں مسلسل قائم ہوتے ہوئے فقر میں پناہ لے کر۔

۵۳۔ خودی، تشدد، غرور، شہوت، { من خدایم من خدایم من خدا
غضب اور طمع کو ترک کر کے { فارغ از کبر و کینہ و زہوا (عقائد)

۱۔ یعنی وہ فرائض اپنی فطرت کے تقاضے سے پیدا ہوتے ہیں۔

بے نفسی اور سلامت روی سے
 (جو شخص زندگی بسر کرتا ہے) وہ
 اس قابل ہے کہ "ذات ابدی"
 سے واصل ہو جائے۔

۵۳۔ ذات ابدی ہو کر روحانی سنجیدگی کے ساتھ نہ وہ رنج کرتا ہے نہ خواہش۔
 جو جملہ مخلوقات کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے، وہ میری مکمل بھگتی حاصل
 کرتا ہے۔

۵۵۔ بھگتی سے وہ میرے جوہر کا علم حاصل کرتا ہے۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں
 اس طرح وہ میرے جوہر کو جان کے فوراً اس ذاتِ برتر میں فنا ہو جاتا ہے۔
 ۵۶۔ گو وہ تمام اعمالِ سلسل کرتا رہے لیکن میری ذات میں پناہ لے کہ وہ میری رحمت
 سے ابدی اور طیرانی مقام حاصل کر لیتا ہے۔

۵۷۔ ذہنی طور پر مجھ پر توکل کر کے۔ مجھ پر خیال جما کے بدھی دیگ کی طرف رجوع
 ہو کر اپنے خیال کو ہمیشہ مجھ پر قائم رکھ۔

۵۸۔ جب تو میل و حیان کرے گا تو
 میرے کرم سے تمام مشکلوں پر
 فتح پائے گا لیکن اگر تو تکبر اور
 خودی سے نہ نئے گا، تو تجھے
 پشیمانی ہوگی۔

۵۹۔ خودی میں بھنس کر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ لڑوں گا، یہ خیال خام ہے فطرت
 خود تجھے (لڑنے پر) مجبور کرے گی۔

۶۰۔ اے کفئی کے بیٹے! اپنے بڑے (غرض) سے مجبور ہو کر جو تیری فطرت کا تقاضا ہے

جو چیز تو دھوکے سے نہیں کرنا چاہتا، وہ تو مجبوراً انجام دے گا۔

- ۶۱۔ اے اہل جن! جملہ ہستیوں کے دلوں میں خدا رہتا ہے۔ اور وہ اپنی قدرتی قوت (دایا) سے تمام مخلوق کو اس طرح گھماتا ہے کہ گویا وہ کھار کے چاک پر چڑھی ہوئی ہے۔
- بارخ بھائی کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم میں گریہ رہتا تو ہم میں اغیار ہیں تو ہم میں دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم میں ساحل گردوار ہیں تو ہم میں اور پار ہیں تو ہم میں دہماد۔

- ۶۲۔ اے بھارت! اپنی پوری مہتی سے اُس ذات کی طرف دوڑ کر پناہ لے۔ اُس کی رحمت سے تجھے فراغت کاملہ حاصل ہوگی جو دہامی جائے قیام ہے۔
- ۶۳۔ اس طرح میں نے اُس حکمت کو جو راز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے تجھ پر ظاہر کیا ہے۔ اس پر پورے طور پر غور و خوض کر کے جس طرح خواہش ہو عمل کو۔
- ۶۴۔ میرے کلام خالی کو پھر مٹن جو سب سے زیادہ پراسرار ہے، تو میرا محبوب ہے اور تیرا دل مستحکم ہے۔ لہذا میں تیرے قائد سے کے لئے کلام کرتا ہوں
- ۶۵۔ اپنے نفس کو میری ذات میں ملا دے میرا بھگت ہو جا۔ میرے ہی لئے قربانی کر، میرا سجدہ کر۔ تو میرے پاس آ جائے گا۔ تو میرا محبوب ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں
- ۶۶۔ جملہ دھرموں کو ترک کر کے صرف میرے پاس پناہ لے، غم نہ کر، میں تجھے کل گناہوں سے نجات دوں گا۔

- ۶۷۔ ہرگز ان اسرار کو ایسے شخص پر ظاہر نہ کرنا، جو درویش نہ ہو، یا بھگتی سے خالی ہو، نہ ایسے شخص سے کہنا، جو مننے کی آرزو نہ رکھتا۔
- سرمد غم عشق بوا الہوس راند ہند
سوز دل پر دانہ مگس راند ہند
عمرے باید کہ یار آید بختار
ایں دولت سرمد ہمہ کس راند ہند

اور اُسے بھی نہ تپاتا جو مجھ میں
تقصیر نکالنا ہو۔

۶۸۔ جو شخص میرے پیاراوں میں اس سراکبر کو بیان کرے گا اور میرے لئے اس

بلند ترین بھگتی کو ظاہر کرے گا۔ وہ میرے پاس آئے گا اس میں ذرا شک نہیں

۶۹۔ نہ اُس سے زیادہ کوئی شخص میری محبوب خدمت کرے گا نہ اُس سے زیادہ

کوئی شخص اس دنیا میں میرا محبوب ہے نہ ہوگا۔

۷۰۔ اور جو ہمارے اس مقدس مکالمہ کا مطالعہ کرے گا وہ عرفانی قربانی سے میری

پرکشش کرے گا، یہ میرا یقینی قول ہے۔

۷۱۔ وہ شخص جو ایمان سے معمور ہو کر بغیر عیب جونی سکے ہوئے۔ اس کو صرف من لیتا

ہے وہ بھی بدی سے نجات پا کر راستبازوں کی نور دنیا حاصل کرتا ہے

۷۲۔ اے پرہیزگار کے بیٹے! کیا تو نے اُسے بھولی کے ساتھ سنا ہے۔ اے ذہن بے

کیا تیرا دھوکا جو بے عقلی کی وجہ سے ٹھاننا ہو گیا۔

ارجن نے کہا۔

۷۳۔ اے ہستی معصوم! میرا دھوکا

مٹ گیا اور تیری رحمت غایت

سے مجھے معرفت حاصل ہو گئی میں

مستحکم ہوں۔ میرے ننکوں کو رفع

ہو گئے اور میں تیرے احکام کی

تعمیل کروں گا۔

سنجے نے کہا۔

۷۴۔ میں نے داسود لو (کرشن)، اندھالی نفس کا رتھ کا یہ عجیب و غریب مکالمہ سنا تو

بے حجابانہ در آاز در کا شانہ ما
کہ کھسے نیست بجز در دتو در خانہ ما
(حضرت غوث الاعظم)

میرے رونے کھڑے ہو گئے۔

۷۵۔ ویاس کی غایت سے میں نے اس خفیہ اور ترک یوگ کو یوگ کے مالک یعنی خود کرشن سے سنا، جو میری آنکھوں کے سامنے بول رہے تھے۔

۷۶۔ اے راجہ میں اس عجیب و غریب مکالمہ کو جو کیشو اور ارجن کے درمیان ہوا تھا یاد کر کے بار بار خوش ہوتا ہوں۔

۷۷۔ اور اے راجہ! ہری کی اُس نہایت ہی عجیب و غریب صورت کو یاد کر کے مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے اور میں بار بار خوش ہوتا ہوں۔

۷۸۔ جہاں کہیں یوگ کا مالک کرشن ہو } غلام نرگس مست تو تاجدارِ اند
اور جہاں کہیں بارگھ تیرا اٹھارہ ہے } خواب بادۂ لعل تو ہوشیارِ اند
وہاں یقیناً خوشحالی فتحِ می اور } تو دستگیرِ مشوایِ خضر ہے نخت کہ من
مسرت ہے یہ میرا عقیدہ ہے۔ } پیادہ میر دم و ہر مالِ سوارِ اند (حافظ)

ادم۔ ت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نعمہ خداوندی کا اٹھارواں مکالمہ بکوش سنایا
یوگ یا نجات بدراہنہ ترک ثمرہ عمل جو ہری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے
سلسلہ میں علم معرفت آئی ہے۔

ادم، سانتی، شانتی

حق سلامتی و فراغت

بے لب و لہجہ یوگ نامِ رب پس زجاں کن مل جاناں طلب
خوشینِ حراں کن از جملہ فضول ترک خود کن تا کہ رحمتِ نزول
خوشینِ احسان کن ز اوصافِ خود تا بہ بینی ذاتِ پاک صاف نمود (دوی)

تمنا حضرت

انجمن کی نئی مطبوعات

مصنف ڈاکٹر طہ حسین

ایام (حصا اول و دوم) مترجمہ۔ حکیم سید عبدالباقی شطاری

یہ جدید مصر کے مشہور مصنف کی خود نوشت
واغ عمری ہے جس میں تجربات، احساسات اور کیفیات کی ایک جنت
باد ہے۔ صفحات ۲۵۲ قیمت ۲ روپے کتابت و طباعت عمدہ۔

آر و غزل (تیسرا ایڈیشن) مصنف۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں

آر و غزل کی خصوصیات کا مفصل جائزہ اور جامع انتخاب
غزلیات جدید غزل گوؤں کے کلام کے اضافے کے ساتھ
تعداد صفحات ۴۳۶ قیمت ۹ روپے کتابت و طباعت عمدہ

غزل اور درس غزل مصنف۔ اختر انصاری

غزل کی تدریس و تعلیم کے موضوع پر پہلی کتاب جس میں
غزل کا تعلیمی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے اور شعر و ادب کے
معلوں کے لئے غزل کو بڑھانے کے وہ سائنٹفک اصول اور
طریقہ کار بیان کئے گئے ہیں جن سے طلبہ میں ابتداء ہی سے
صحیح شعری ذوق پیدا کیا جاسکے۔

تعداد صفحات ۱۲۵ قیمت ۲ روپے کتابت و طباعت عمدہ